# تعمیر حیات

لکھنؤ

# تعمیر حیات

پندرہ روزہ

## الندوة العالمية للأدب الإسلامي

مذاکرۂ ادبیات اسلامی

۲۰ ، ۲۱ ، ۲۲ جمادی الثانیہ ۱۴۰۱ھ — ۲۶ ، ۲۷ ، ۲۸ اپریل ۱۹۸۱ء

دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ (الہند)

"میں نے بے شمار کانفرنسوں میں شرکت کی ہے، بہت سے سیمناروں میں گیا ہوں، لیکن کہیں مجھے وہ روحانی سکون اور حقیقی مسرت نہیں حاصل ہوئی جو ندوہ میں آکر اور یہاں کے طلبہ واساتذہ سے مل کر ہوئی۔"

(صاحب المعالی عبد العزیز الرفاعی)

"میں جب تک ندوہ میں رہا مجھے ایسا محسوس ہوا کہ میں قاہرہ سے باہر نہیں نکلا ہوں، اور الأزہر کے ماحول میں ہوں۔"

زکریا البری

(وزیر الدولۃ للأوقاف، مصر)

"ہم عربوں میں سے کسی نے بھی، کسی لمحہ یہ محسوس نہیں کیا کہ وہ عرب سے باہر کسی ملک میں ہے۔ اسلامی تشخص اور قرآن کی زبان، ندوہ میں زندہ دیکھی۔ اللہ اس کو زندہ رکھے۔"

ڈاکٹر عدنان محمد زرزور

کلیۃ الآداب، جامعۃ الامارات

"ہم نے یہاں (ندوہ میں) ایمان کو اس کی صحیح اور مبارک شکل میں دیکھا، ان قدیم درسگاہوں کا مجموعہ دیکھا جن کی بدولت آج ہماری زبان وتہذیب زندہ ہے۔"

ڈاکٹر عبد الباسط بدر

کلیۃ اللغۃ العربیۃ جامعۃ اسلامیۃ مدینۃ منورۃ

۲۶ اپریل ۱۹۸۱ء — زر سالانہ: بیس روپے — فی پرچہ: ایک روپیہ

Regd No. LW/NP 56

Phone: 42948, 43747

# TAMEER-E-HAYAT

Fortnightly

NADWATUL-ULAMA LUCKNOW-226007 (INDIA)

لحمینہ

سرگرم اور پرجوش زندگی گزارنے کے لیے

کھوئی ہوئی طاقت وتوانائی حاصل کرنے کے لیے لحمینہ لیجیے! جسے بارہ سو سے زیادہ دوائیں بنانے والے ہمدرد نے طویل عرصہ کی تحقیق اور تجربات کے بعد تیار کیا ہے۔

لحمینہ ان چالیس اجزاء کا مرکب ہے جو عضلات اور اعصاب کو قوت وتازگی دیتے اور ان کو صحیح کارکردگی کے لیے متحرک کرتے ہیں۔ آپ کو اگر ایک چست وتوانا جسم کی ضرورت ہے تو لحمینہ آزمایئے۔ اسے آپ کامیاب پائیں گے اور نتیجے میں آپ بھی کامیاب ہوں گے۔

لحمینہ

مردوں اور عورتوں کے لیے کلیدی اعضاء کی قوت

ہمدرد

ASP/HM/-182/80-U

جوہار (نوب ہی ٹانک)

شربت نزلہ — کھانسی، نزلہ، زکام کے لیے

دماغین

خون صفا

چند مشہور اور پیٹنٹ دوائیں

دواخانہ طبیہ کالج مسلم یونیورسٹی علیگڈھ

عباس علاء الدین اینڈ کمپنی

Abbas Alauddin & Co

WHOLESALE AND RETAIL TEA MERCHANTS.

44, Haji Building, S. V. Patel Road, Null Bazar, BOMBAY, 3.
Tele: Add. CUPKETTLE
Phone SHOP: 862220
RESI: 378854

۴۴ - حاجی بلڈنگ، ایس وی پٹیل روڈ
نل بازار
بمبئی ۳

اسپشل مکسچر
اسپشل ممری
ہوٹل مکسچر
سوداگر مکسچر
کپ برانڈ
گولڈن ڈسٹ
فلاور بی، او، پی
سوپر ڈسٹ

بمبئی میں

خالص گھی اور میوہ جات سے بھرپور

مٹھائیاں اور حلویات

عمدہ ولذیذ

سلیمانی افلاطون

اس کے علاوہ خصوصی پیش کش

ڈرائی فروٹ برفی

بلک کیک • قلاقند • ملائی • برفی • کوکو ملائی برفی

ہر قسم کے تازہ وخستہ

بسکٹ اور نان خطائیاں

ضمیمے کا قابل اعتماد مرکز

سلیمان عثمان مٹھائی والے

مینارہ مسجد کے نیچے بمبئی — فون 320059

برانچ: ۳۳ - محمد علی روڈ بمبئی - ۳

# تعمیرِ حیات

لکھنؤ

پندرہ روزہ

شعبۂ تعمیر و ترقی دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

جلد نمبر ۱۸ | ۲۵ ر اپریل ۱۹۸۱ء ــــ ۱۹ ر جمادی الثانی ۱۴۰۱ھ | شمارہ نمبر ۱۲



**زرِ تعاون**

| | |
|---|---|
| اندرون ملک | بیس روپے |
| فی پرچہ | ایک روپیہ |
| بیرون ملک۔ بحری ڈاک بحری ممالک ہوائی ڈاک | ۵ پونڈ |
| ایشیائی ممالک | ۷ پونڈ |
| افریقی ممالک | ۸ پونڈ |
| یورپ و امریکہ | ۱۰ پونڈ |


اداریہ

## ندوہ کا سیمنار ـــ ایک سنگِ میل

الحمدللہ کہ ندوہ کا سیمنار ۱۷ ر اپریل ۱۹۸۱ء کی صبح کو شروع ہوا اور ۱۹ ر اپریل کو ۹ بجے رات ختم ہوا۔ کسی جلسہ یا اجتماع کی کامیابی کا معیار کیا ہے، اس کو متعین کرنا مشکل ہے۔ ہر ایک کا اپنا اپنا تصوّر ہے لیکن ندوہ کا یہ سیمنار ہر معیار کے لحاظ سے کامیاب اور مثالی تھا۔

یہ سیمنار خالص علمی بنیاد پر منعقد ہوا کوئی عام اجتماع پیشِ نظر نہیں تھا اس کا اظہار انہی صفحات پر اس مذاکرہ کے منعقد ہونے سے ایک ماہ پہلے کیا جا چکا تھا لہٰذا اس کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ کوئی پوسٹر لگایا جاتا، ہینڈبل تقسیم کئے جاتے اخبارات میں اعلان کئے جاتے، حالانکہ اگر کرنا چاہتے تو یہ سب کچھ کر سکتے تھے اور اس سے زیادہ کر سکتے تھے مگر یہ بات ہمارے مقصد کے ہم آہنگ نہ تھی، دعوتیں صرف درسگاہوں اور ان میں بھی صرف شعبۂ ادب کے ذمّہ داروں کو دی گئی تھیں۔ ندوہ کی مجلس انتظامیہ کے ارکان کو ضرور مدعو کیا گیا تھا کہ میزبان ہونے کی حیثیت سے تشریف لائیں، اس سیمنار میں ندوی فضلاء کو بھی خصوصیت کے ساتھ مدعو نہیں کیا گیا۔

ادھر آٹھ دس برسوں سے عرب ممالک کے وفود کثرت سے آنے لگے ہیں الحمدللہ ان کے یہاں دولت کی بہتات ہے۔ ایک ایک ملک میں کئی کئی عام مسلم بہبود کے ادارے ہیں نیز بین الاقوامی سطح پر کام کرنے والے ادارے ہیں ان میں سے ہر ادارہ اپنے وفود بھیج دیتا ہے مدارس اسلامیہ، اسلامی انجمنوں اور دیگر اداروں کی طرف سے جب بھی دعوت دی گئی انھوں نے قبول کیا۔ اس لحاظ سے ہم صرف عرب وفود کی آمد کی وجہ سے اس سیمنار کو بے نظیر طور پر کامیاب نہیں کہہ رہے ہیں اگرچہ تعداد میں یہ حضرات تین درجنوں سے زیادہ تھے اور اتنی بڑی تعداد کم ہی اس سے پہلے کسی جگہ شریک ہوئی ہوگی۔

کامیابی کا عنوان یہ تھا کہ جو لوگ آئے وہ عام طور پر آیا نہیں کرتے یا بالکل نہیں نکلا کرتے۔ چوٹی کے عرب اسکالرس، بلند پایہ معیاری ادیب، پروفیسر، مصنف اس سیمنار میں شریک ہوئے ان میں ایسے بھی تھے جو اپنے ذاتی خرچ سے آئے اور جو آئے انھوں نے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی مدظلہ سے اپنی گہری عقیدت مندی، دیرینہ علمی تعلق کا اظہار کیا ندوہ کو دیکھ کر طلبہ سے مل کر اساتذہ سے گفتگو کر کے اور آزادانہ اور بلا تکلف گھوم پھر کر جو دیکھا اُس نے اُن کی زبان سے یہ کہلایا کہ "بحرِ ہند میں ایک عرب جزیرہ ہے" یہ "اسلام کا مستحکم قلعہ ہے" عمارتوں اور فرنیچر اور سامانِ آرائش میں تو اس کی حیثیت قابلِ ذکر نہیں ہے لیکن اپنی فکری قیادت اور نہ صرف ہندوستان کو بلکہ عالم اسلام کو متوجہ کرنے اور وقت کے تقاضہ کو سمجھ کر دین کی صحیح دعوت دینے کا مرکز ہے۔ ایک بہت بڑے ادیب و مصنف نے جو ایک عرب یونیورسٹی کی فیکلٹی ادب کے سربراہ (ڈین) ہیں انھوں نے کہا کہ ہم اس مدرسہ کے ذہنی شاگرد کی حیثیت سے آئے ہیں ہم نے سید سلیمان ندوی کی خطباتِ مدراس پڑھ کر سیرتِ نبوی کو نئے طور سے سمجھا ہے ہم نے مسعود عالم ندوی کی "تاریخ مسلمانانِ ہند" پڑھ کر اس ملک کو اور اس ملک کے علمی و دینی مزاج کو سمجھا ہے۔ ہم نے امام سید ابوالحسن ندوی کی کتابیں پڑھ کر اپنے اندر خود اعتمادی پیدا کی ہے۔

ایک دوسرے ادیب نے جنھوں نے اپنے ملک میں ایک علمی اکادمی قائم کی ہے اور دینی ادب کی نمائندہ دو درجن سے زیادہ کتابیں شائع کر چکے ہیں انھوں نے کہا کہ ہم نے واشنگٹن سے لے کر ٹوکیو تک بیشتر علمی سیمناروں میں شرکت کی ہے مگر جو خیر و برکت، صداقت و للہیت، خلوص اور علم کی گہرائی یہاں دیکھی وہ کہیں نہیں پائی۔ اور جو میں کہہ رہا ہوں اس پر اللہ کو وکیل و شاہد بنا کر کہتا ہوں۔

ہم پڑھے لکھے لوگوں کے اخلاق و عادات، ہمت افزائی کے کلمات میزبانی اور مہمانی کے مواقع پر جن رسمی و اخلاقی الفاظ کا تبادلہ کیا جاتا ہے اُس سے واقف ہیں اس لئے دل سے نکلی ہوئی بات بے ریا اور پُر خلوص بات کو بھی سمجھ سکتے ہیں اور دونوں میں فرق کر سکتے ہیں، ہم نے صرف دو بڑی شخصیتوں کے اقوال نقل کئے اُن کے معیاری کردار اور سیرت کی


اس دائرہ میں اگر سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے لہٰذا اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ دین و ادب کا خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان آپکی خدمت میں پہنچتا رہے تو اس کا سالانہ چندہ مبلغ بیس روپے ارسال فرمائیے۔ اگر اگلے شمارہ کی روانگی سے پہلے آپ کا چندہ یا خط موصول نہ ہوا تو یہ سمجھ کر کہ آپ کو وی۔ پی۔ سے چندہ ادا کرنے میں سہولت ہے۔ اگلا پرچہ مع وی۔ پی۔ خرچ Rs. 23/25 کے مطالبہ میں وی۔ پی۔ سے روانہ ہوگا۔ چندہ یا خط بھیجتے وقت اپنا نمبر خریداری لکھنا نہ بھولیں۔




کتاب و سنّت سے

## بچّوں کی تعلیم و تربیت

از: مولانا عبدالحی حسنی رح

| | |
|---|---|
| یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا قُوْا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا۔ (سورہ تحریم آیت ۔۶) | مومنو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو آتش (جہنم) سے بچاؤ۔ |
| وَاْمُرْ اَھْلَکَ بِالصَّلٰوۃِ وَاصْطَبِرْ عَلَیْھَا۔ (سورہ طٰہٰ آیت ۔۱۳۲) | اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم کرو اور اس پر قائم رہو۔ |

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا کہ تم میں کا ہر شخص محافظ ہے اور ہر ایک سے اس کی ذمہ داری کے بارے میں باز پُرس ہوگی، حاکم محافظ ہے اور اس سے اس کی ذمہ داری کے بارے میں سوال ہوگا، عورت اپنے شوہر کے گھر کی محافظ ہے اور اس سے اس کی ذمہ داری کے بارے میں پوچھا جائے گا، خادم اپنے آقا کے مال کا محافظ ہے اور اس کے متعلق سوال ہوگا، غرض تم میں کا ہر شخص محافظ ہے اور اس سے اس کی ذمہ داری کے بارے میں سوال ہوگا۔ (متفق علیہ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے صدقہ کا ایک کھجور اٹھا لیا اور اس کو منہ میں رکھ لیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں نہیں، اس کو پھینک دو، تمھیں معلوم نہیں کہ ہم لوگ صدقہ کا مال نہیں کھاتے۔ (متفق علیہ)

حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیر پرورش ایک بچہ تھا، میرا ہاتھ پلیٹ میں چاروں طرف جاتا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بچّے! بسم اللہ کر کے کھاؤ، داہنے ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ۔ (متفق علیہ)

حضرت عبداللہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ نے فرمایا، سات سال کی عمر میں اپنے بچوں کو نماز پڑھنے کا حکم دو اور جب دس سال کے ہو جائیں تو ترک نماز پر ان کو سزا دو اور ان کے بستر الگ کر دو (یعنی دس سال کے دو بچے ایک بستر پر نہ سوئیں)۔ (ابوداؤد)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی اپنے بچے کو ادب سکھائے یہ اس سے بہتر ہے کہ ایک صاع صدقہ کرے۔ (ترمذی)

حضرت ایوب بن موسیٰ اپنے دادا کے واسطے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کوئی باپ اپنے لڑکے کو اچھی تہذیب و ادب سے بہتر کوئی اور چیز نہیں دیتا۔ (ترمذی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس کے لڑکی پیدا ہو اور وہ اس کو زندہ درگور نہ کرے اور نہ اس پر اپنے لڑکے کو ترجیح دے تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل فرمائیں گے۔ (ابوداؤد)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے دو لڑکیوں کی پرورش کی حتی کہ وہ سنِ بلوغ کو پہنچ گئیں تو قیامت کے دن میں اور وہ ساتھ ساتھ آئیں گے آپ نے اپنی انگلیوں کو ملا کر بتایا کہ اس طرح ساتھ ہوں گے۔ (مسلم)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے تین لڑکیوں کی پرورش کی ان کو ادب و تہذیب سکھایا، شادی کر دی اور ان کے ساتھ حسن سلوک کیا تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (ابوداؤد)

حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا میں تم کو بہترین صدقہ نہ بتا دوں، تمہاری بیٹی تمہارے ہی ذمہ ہے تمھارے سوا اس کے لئے کمانے والا کوئی اور نہیں ہے۔ (ابن ماجہ)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ان کے والد ان کو لیکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فرمایا میں نے اپنے اس لڑکے کو اپنا ایک غلام دے دیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، کیا اپنے سب لڑکوں کے ساتھ ایسا ہی کیا ہے؟ والد صاحب نے فرمایا نہیں، تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ سے ڈرو! اور اپنی اولاد میں انصاف کرو، میرے والد خدمت اقدس سے واپس آئے اور یہ صدقہ واپس لے لیا۔ (متفق علیہ)

---


بقیہ صـ ۱۵


اس کا ثبوت اس سے ملتا ہے کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی عزیزہ کی شادی میں شرکت کی جو انصار میں ہوئی تھی تو حضور نے فرمایا تھا، "تم لوگوں نے دولھن کو سکھا پڑھا دیا ہے؟ حضرت عائشہ رض نے فرمایا نہیں۔ تو پھر آپ نے فرمایا کہ اس کے ساتھ کسی گانے والے کو بھیجا ہے کہ نہیں؟ حضرت عائشہ رض نے فرمایا نہیں۔ تب آپ نے فرمایا کہ "انصار ایسے لوگ ہیں جو گانے کو پسند کرتے ہیں، تم لوگوں نے کسی لڑکی کو بھیج دیا ہوتا جو گاتی اور دف بجاتی"؛ حضرت عائشہ رض نے فرمایا، وہ گانے میں کیا گاتی؟ آپ نے فرمایا، کہتی:۔

اتیناکم اتیناکم
فحیونا نحییکم
ولولا الحبة السمراء
لم نحلل بواديكم

(ہم تمہارے پاس آئے ہیں، ہم تمہارے پاس آئے ہیں، تم ہم کو سلام کرو ہم تم کو سلام کریں گے، اگر کھانے پینے کی بات نہ ہوتی تو ہم تمہاری وادی میں نہ آتے)۔"

صحابۂ کرام رض نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گانے، بجانے کی رخصت کو باقی رکھا۔ حضرت عمر بن سعد فرماتے ہیں کہ میں ابو سعد انصاری اور قرظہ بن کعب کے پاس ایک شادی میں گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ کچھ لڑکیاں گا رہی ہیں۔ میں نے ان دونوں حضرات سے کہا کہ آپ دونوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں، آپ کے یہاں یہ سب ہوتا ہے؟ تو ان دونوں حضرات نے فرمایا کہ بیٹھنا ہو تو بیٹھو ورنہ جاؤ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو شادی میں اسکی اجازت دی ہے اس کا خیال رہے کہ انسان خیانت یا فحش جذبات سے محفوظ رہے۔

ہم خدا سے پاکدامنی اور توفیق کی دعا کرتے ہیں اور اس سے استغفار کرتے ہیں۔


سرزمین رنگ و بو لکھنؤ کے مسحور کن عطریات

شمامۃ العنبر | زعفرانی حنا

کارخانہ

محمد سلیمان محمد یوسف پرفیومرس

یوسف بلڈنگ نادان محل روڈ لکھنؤ (انڈیا) سے طلب کریں

پختگی کا علم مجھے پہلے سے ہے صرف منہ دیکھی بات ظاہر اخلاق کے طور پر جن رٹے پٹے جملوں اور الفاظ کا اعادہ کیا جاتا ہے اور جس کو عربی میں مجاملہ — انگریزی میں (courtesy) کہتے ہیں وہ اور چیز ہوتی ہے اور ان عرب دانشوروں نے جس اسلوب و انداز میں اپنے تاثرات کا اظہار کیا وہ اور ہی چیز ہے ساحران مدین کی رسیاں اور عصائے موسیٰ دونوں میں بڑا فرق تھا اور ان کے درمیان تمیز کرنا صاحب نظر کا کام تھا۔ تفصیل سے احتراز کر رہا ہوں کہ یہ سیمینار کی مفصل روداد کا موضوع نہیں ہے البتہ اتنا عرض کرنے میں کوئی حرج نہیں کہ ندوہ نے ایک فکری دعوت دی ہے کہ کتابوں کے قدیم خزانوں سے وہ ادبی شہ پارے نکالے جائیں جن کی طرف عام طور پر نگاہ نہیں جاتی ہے اور ان ہی کو ادب کا نام دیا جائے۔

اس دعوت کو ۳۸ عرب ادیبوں، دانشوروں اور اسی قدر اندرون ملک کی جامعات اور درسگاہوں کے نمائندوں نے قبول کیا اور خود عرب اسکالروں نے ایک تجویز مرتب کی اور اپنے دستخط کر گئے اور ندوہ سے درخواست کی ہے کہ عالم اسلام میں ادبیات اسلامی کے تصور کو عام کرنے کے لئے اپنی قیادت میں ایک مرکزی سکریٹریٹ قائم کرے۔

اس سرزمین کے لئے یہ بات بے مثال ہے کہ اتنے چوٹی کے ادباء و مفکرین آکر نہ صرف شرکت کریں بلکہ خلوص دل سے خراج عقیدت پیش کریں۔ آنے والوں نے یک زبان ہو کر کہا کہ ندوہ کو جو سنا تھا اس سے کئی گنا زیادہ پایا۔ خوشی ہوئی کہ اسلام کا یہ مستحکم مرکز عالم اسلام کے گل سرسبد مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی قیادت میں اُن یونیورسٹیز سے زیادہ کام کر رہا ہے جن پر کروڑوں خرچ کئے جاتے ہیں۔

ایک بے مثال بات جلسے کی آخری نشست میں پیش آئی کہ علامہ شیخ عبداللہ الانصاری نے جو اپنے ملک کے سب سے بڑے دینی عہدہ پر فائز ہیں جن کا درجہ ایک سینئر وزیر کا ہے انھوں نے پوری دیانت داری اور دردمندی سے ندوہ کی اہمیت و خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے اعلان کیا کہ اب ہم عربوں کو اپنا فرض ادا کرنا ہے اور اس ادارہ کے مالی استحکام کو اپنا کام سمجھنا چاہئے اور اس کی ابتداء میں خود اپنی ذات سے کرتا ہوں اور دعوت دیتا ہوں کہ ہمارے رفقاء (عرب ممالک کے وفود) اپنی ذاتی حیثیت سے جو کر سکتے ہیں وہ کریں اور اپنی حکومتوں کو باقاعدہ یادداشت دے کر متوجہ کریں۔

حضرت مولانا نے اس موقعہ پر ایک پُرجوش تقریر کی جس میں شیخ عبداللہ الانصاری کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اعلان فرمایا کہ اس خالص علمی و دینی کام کے موقع پر چندہ کے حصول کا تصور بھی ہم نے کبھی نہیں کیا کہ اس علمی اجتماع کو اس کا ذریعہ بنائیں۔ ہم ایثار و قربانی کے سایہ میں جس طرح کام کرتے آرہے ہیں وہی ہمارا سرمایہ ہے۔ اللہ آپ کی جیب سلامت رکھے یہاں چندوں کا نہ اعلان کیا جائے اور نہ کسی سے کوئی وعدہ لیا جائے۔

گلوگیر آواز اور آب دیدہ آنکھوں سے ممنونیت و حسرت کا اظہار اور عزیمت و ہمت کا اعتراف کرتے ہوئے ایک دوسرے معتمد رہبر نے اس موضوع پر مزید بات یا مباحثہ ختم کرنے کی دعوت دی۔

جہاں یہ کردار سامنے آتا ہے وہاں گردنیں جھکتی ہیں۔ یہ اللہ کی سُنت ہے۔

ع۔ع۔ن

## نہیں ہے، تجھ سے بڑھ کر ساز فطرت میں نوا کوئی

ادبیات اسلامی سیمنار کے موقع پر عرب و ہند کے مؤقر مندوبین کی موجودگی میں معہد دارالعلوم ندوۃ العلماء کے کمسن بچوں نے طلبہ کی انجمن الاصلاح کے سبزہ زار پر طلبہ کی طرف سے دئے گئے عصرانہ میں جب اقبال کے یہ اشعار پڑھے تو سماں بندھ گیا۔

---

تو رازِ کُن فکاں ہے اپنی آنکھوں پر عیاں ہو جا<br>
خودی کا راز داں ہو جا، خدا کا ترجماں ہو جا<br>
ہوس نے کر دیا ہے ٹکڑے ٹکڑے نوعِ انساں کو<br>
اخوت کا بیاں ہو جا، محبت کی زباں ہو جا<br>
یہ ہندی، وہ خراسانی، یہ افغانی، وہ تورانی<br>
تو اے شرمندۂ ساحل اُچھل کر بے کراں ہو جا

مصافِ زندگی میں سیرتِ فولاد پیدا کر<br>
شبستانِ محبت میں حریر و پرنیاں ہو جا<br>
گزر جا بن کے سیلِ تند رو کوہ و بیاباں سے<br>
گلستاں راہ میں آئے تو جوئے نغمہ خواں ہو جا<br>
ترے علم و محبت کی نہیں ہے انتہا کوئی<br>
نہیں ہے تجھ سے بڑھ کر سازِ فطرت میں نوا کوئی

(اقبالؒ)

## معذرت

مذاکرہ ادبیات اسلامی کے موقع پر تعمیر حیات کے کاتب و دیگر کارکنان کی مصروفیت کے سبب ۲۵ر اپریل کا شمارہ موخر ہو گیا۔

ہم اس تاخیر پر معذرت خواہ ہیں رسالہ کو صحیح وقت پر لانے کے لئے ۱۰ مئی کا شمارہ ۲۵ر مئی کے ساتھ شائع ہوگا۔

ایجنٹ حضرات نوٹ کر لیں۔

(منیجر)



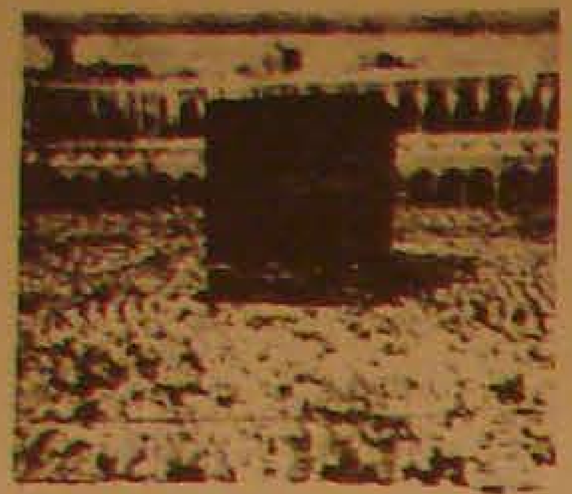

# خطبۂ صدارت

از: مولانا سید ابوالحسن علی ندوی<br>
ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ<br>
صدر مذاکرہ ادبیات اسلامی

حضرات! آپ عربی زبان و ادب کے ماہر ہیں، عالم اسلام میں اس زبان کے چوٹی کے افراد میں آپ کا شمار ہے۔ بحث و تحقیق کے میدان میں اور تالیف و تصنیف کے فن میں آپ کا نام بہت نمایاں ہے۔ ہم آپ کی اہمیت اور علمی مرتبت سے واقف ہیں اور ہمیں مسرت ہے کہ ہم آج اس مقام پر آپ کو خوش آمدید کہہ رہے ہیں جہاں عربی زبان ایک زندہ زبان کی حیثیت سے بولی اور سمجھی جاتی ہے، اور اس قرآن مجید کی زبان میں آپ کا استقبال کر رہے ہیں، جس قرآن نے ہمیں اور آپ کو عربی زبان کی محبت، عشق، اس کو پڑھنے پڑھانے میں اپنی عمریں صرف کرنے کی توفیق دی۔ قرآن ہی وہ واحد اور یکتا کتاب ہے جس کے سمجھنے کے لئے ہم نے عربی زبان کو اپنایا اور جس کو حاصل کرنے کے لئے ہم سب نے اپنی زندگیاں صرف کی ہیں، دن رات ایک کر دئے، نوجوانی کی صبح سے پیری کی شام تک اس کی خدمت کو اپنا محبوب و طن مشغلہ بنایا، اس زبان کی اہمیت اور اس کی محبت نے ہمیں اپنی مادری زبانوں اور ملک و وطن کی بولیوں پر اس زبان کو ترجیح دلائی، ہم نے اس زبان کو آگے رکھا اور اپنی مقامی زبانوں کو پیچھے۔ اگر قرآن کریم اس زبان میں نہ اترا ہوتا اور اگر یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان نہ ہوتی اور اگر عربی اور اسلامی علوم کا عظیم کتب خانہ نہ ہوتا جو دنیا کا عظیم ترین علمی سرمایہ ہے اور جس کی تعمیر و ترقی میں علماء عرب و عجم دونوں نے اپنا خون پسینہ ایک کر دیا ہے، اگر یہ نہ ہوتا تو ایک ایسا غیر عرب ملک اس کی جرأت نہ کرتا کہ عربی زبان و ادب پر ایک بین الاقوامی سیمنار منعقد کرے اور عرب دنیا کے چوٹی کے ادباء و مفکرین اور محققین کو دعوت دے جب کہ اس سرزمین پر خود لسانی بنیاد پر جنگ و جدل قائم ہے اور مختلف تہذیبیں اور انواع و اقسام کے تمدن آپس میں برسر پیکار ہیں اور جس سرزمین کے خمیر میں یہ زبان داخل نہیں ہے اور نہ یہاں کی آب و ہوا سے اس کا میل ہے، نہ کوئی تاریخی و اقتصادی یا سیاسی تعلق ہے وہاں ایسے سیمنار منعقد کرنے میں اگر قرآن کریم کا رشتہ نہ ہوتا تو یقینی جھجک محسوس ہوتی۔ دوسری تہذیب کی خوشہ چینی کے طنز کا خوف ہوتا، ایک فضول وقتی سمجھی جاتی، اور اگر ایسا کرتے بھی تو بہانے تلاش کیے جاتے اور تاویلیں ڈھونڈی جاتیں۔

حضرات! ادب عربی پر بین الاقوامی سیمنار ایک ایسی سرزمین پر منعقد ہو رہا ہے جہاں کبھی بھی عربی زبان ملکی زبان نہیں رہی ہے، دفتری و سرکاری ضرورت کے لئے کبھی استعمال نہیں ہوئی اور نہ آپس کے خط و کتابت میں اس زبان کو استعمال کیا گیا ہے، اگرچہ قرآن پڑھنے والے قرآن کی زبان میں عبادت کرنے والے اور دعائیں کرنے والے دل و جان سے اس کو عزیز رکھتے ہیں لیکن ایسا کبھی نہیں ہوا کہ عربی زبان اس سرزمین کی سرکاری یا قومی زبان ہوتی، اگر ہمارے عرب مہمان معاف کریں تو میں یہ کہوں گا کہ کچھ ذمہ داری ان کی بھی تھی اگر لسانی و ثقافتی بہاؤ جس نے مصر و شام و عراق کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ اگر اس برصغیر کے حدود تک پہونچ جاتا اور جس طرح شرق عربی میں اس نے اپنا مقام پیدا کر لیا اور جزیرۂ عرب سے پھوٹنے والی کرنیں اسلامی ثقافت کا اجالا جس طرح اطراف و اکناف کے ممالک میں پھیلا گئیں اسی طرح اگر ادھر بھی ان کا رخ ہوتا تو شاید آپ کو آج کسی مترجم یا ترجمان کی ضرورت نہ ہوتی۔ اگرچہ عربی زبان اس ممالک کی قومی زبان کبھی نہیں رہی ہے اور عوام کو اس سے کوئی سروکار نہیں ہو رہا ہے پھر بھی اس برصغیر کا تعلق عربی زبان اور عربی زبان میں تالیف و تدوین سے بہت قدیم ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یہ مشیت تھی کہ صدیوں سے یہ ملک کتاب و سنت کے علوم سے وابستہ رہے اور اس وابستگی کے سبب تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری رہا اور شروع ہی سے دین کی دعوت دینے والوں اور اس کی خاطر قربانی کرنے والوں کے آنے کا سلسلہ قائم رہا دوسری صدی ہجری کی ابتدا میں عظیم محدث الربیع بن صبیح السعدی اس سرزمین پر آئے جن کے بارے میں کشف الظنون میں چلپی نے لکھا ہے کہ وہ پہلا شخص ہے جس نے اسلام کی تاریخ میں تصنیف کا کام کیا یا جیسا کہ دوسروں نے لکھا ہے اسلامی علوم کا پہلا مصنف تھا وہ عبدالملک بن شہاب المسمعی کے ساتھ نکلے تھے اور سرزمین ہند سنہ ۱۶۰ھ میں وفات پائی، انہوں نے اللہ کی راہ میں شہادت کی موت پائی اور آغاز کر گئے ایک علمی زندگی کا، بلند ہمتی اور عالی حوصلگی کی ایک داغ بیل ان سے پڑ گئی اور آنے والی نسلوں کے لئے انھوں نے اس سرزمین پر تصنیف و تالیف کے لئے ایک تخم ڈال دیا۔

کتاب و سنت جس سے ایمانی وابستگی اور عقیدہ کا تعلق ہے اور جس کی عظمت اپنی جگہ مسلّم ہے برصغیر کے علماء نے صرف انہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ عربی زبان و ادب پر بھی توجہ دی چنانچہ عربی زبان و ادب سے اس سرزمین کا تعلق بہت قدیم ہے وہ ہمیشہ زبان و ادب کے ماہرین سے وابستہ رہے اور ان سے تعلق قائم رکھا۔ شیخ حسن بن محمد الصغانی دستوفی ۶۵۰ھ) عربی لغت کے ان ماہرین میں ہیں جنھوں نے لغت نویسی کی بنیاد ڈالی وہ اسی برصغیر میں پیدا ہوئے پلے اور بڑھے اور لاہور میں اپنی تعلیم مکمل کی اور اپنے وطن سے زندگی بھر وابستہ رہے ان کے متعلق سیوطی نے لکھا سادت تصانیفہ الرکبان وخضع لعلمہ علماء الزمان۔ یعنی ان کی تصنیفات کو قافلے لے کر سفر کرتے۔ اور وقت کے تمام علماء نے اس کا لوہا مانا ہے۔ وہ عربی زبان کے علم بردار تھے۔ الذہبی نے لکھا ہے کہ لغت کے معاملہ میں وہ مرجع تھے۔ دمیاطی نے لکھا ہے کہ وہ لغت، فقہ اور حدیث میں امام وقت تھے ان کی تصانیف میں العباب الزاخر لغت کی کتاب ہے جو ۲۰ جلدوں میں ہے، اسکے علاوہ دوسری تصانیف ہیں۔ مجمع البحرین فی اللغۃ اور التکملۃ اور فی اللغۃ والترکیب اور دوسری کتابیں بھی ہیں جس میں حیوانات کے اسماء جمع کئے ہیں اور نحو میں بھی انکی تصنیفات ہیں۔

علماء ہند کا عربی زبان و ادب سے تعلق صدیوں سے چلا آرہا ہے اور یہ تعلق کسی ایک موضوع کا پابند اور جامد نہیں رہا ہے وہ ہمیشہ لغت ہی کی کتابیں مرتب کرتے رہے ہوتے اور فرہنگیں لکھنا ہی ان کا کام ہوتا بلکہ دوسرے میدانوں میں ان کی ذہانت اور ان کے طبائع کا جوش اور ذہنی اپج نمایاں ہے اور عربی زبان میں ان کی خدمات ایسی ہیں جن کی پورے عالم اسلام میں مثال نہیں مل سکتی مثلاً علامہ محمد طاہر پٹنی (متوفی ۹۸۶ھ) کی کتاب مجمع بحار الانوار چار ضخیم جلدوں میں ہے جس میں حدیث نبوی کے الفاظ کی تحقیق ہے علامہ سید عبدالحی حسنیؒ نے اپنی کتاب نزہۃ الخواطر میں اس کا تذکرہ اس طرح کیا ہے:

"مؤلف نے اس کتاب میں حدیث کے تمام مشکل الفاظ جمع کر دئے ہیں۔ اہل عصر اس کے اعتراف اور اس کی قدردانی پر

ایک زبان ہیں۔ انھوں نے یہ کارنامہ انجام دے کر اہل علم پر بڑا احسان کیا ہے۔

علماء اسلام کی خدمات الفاظ حدیث کی شرح میں کافی ہیں جیسا کہ علم حدیث سے شغف رکھنے والے علماء کو معلوم ہے لیکن حدیث پڑھانے والے اساتذہ جانتے ہیں اور جن کو تجربہ ہے اور رسوخ حاصل ہے اور جو تدریس کے وقت عملی دشواریوں سے گذرتے ہیں کہ یہ کتاب کس درجہ کی ہے اور مصنف کی نظر حدیث پر کتنی وسیع تھی اور انھوں نے کس درجہ اس کام پر عرق ریزی کی ہوگی اہل نظر جانتے ہیں اور جن کو پڑھانے یا تصنیف و تالیف کا تجربہ ہے وہ واقف ہیں کہ علمی اصطلاحات کس درجہ نازک علم ہے اصطلاحات کی تشریح اور ان کے مفہوم کا تعین، بات کی تہہ اور لب لباب کو بتانا بڑا نازک ترین کام ہے مصطلحات کی تشریح کرنے والے کی ذمہ داری فضائی و بحری جہازوں کے راستہ بنانے والے نقشوں سے کم درجہ کی نہیں ہے کیونکہ اگر ذرا بھی غلطی ہو تو بحری جہاز ڈوب سکتا ہے اور فضائی جہاز خاکستر ہو سکتا ہے اسی طرح فن کو سمجھنے میں اصطلاح کی ذراسی بھی غلطی پڑھنے والے کو جہل کی تاریکی میں بھٹکا کر چھوڑ سکتی ہے۔ علماء ہند کی بلند ہمتی کہئے یا ان کی خود اعتمادی کا نتیجہ یا عرب لٹریچر پر ان کے رسوخ اور اعتماد کا مظہر کہ انہوں نے اس نازک ترین موضوع کو اپنی تالیف کا میدان بنایا۔ اس موضوع پر علماء ہند کی وہ خدمات ہیں جسے ہند کے تمام مصنفین نے ... اپنا مرجع تسلیم کیا ہے، شیخ عبدالنبی احمد نگری نے اپنی کتاب جامع العلوم جو دستور العلماء کے نام سے مشہور ہے اور چار جلدوں میں ہے، شیخ محمد اعلیٰ تھانوی یہ دونوں بارہویں صدی کے علماء میں سے ہیں، اپنی کتاب کشاف اصطلاحات الفنون کے ذریعہ تمام علمی و ادبی دنیا سے خراج تحسین وصول کیا ہے، کیونکہ یہ کتاب ہزاروں صفحات کی ورق گردانی اور سیکڑوں کتابوں کے مطالعہ سے بے نیاز کر دیتی ہے۔ اس کتاب میں مصنف نے اپنی معلومات کا نچوڑ اور اپنے علوم کا عطر نکال کر رکھ دیا ہے جیسے شہد کی مکھی مختلف باغوں کے پھول اور پھلوں کا رس چوس کر شہد خالص تیار کر دے، علامہ سید مرتضیٰ بلگرامی جو مرتضیٰ زبیدی کے نام سے مشہور ہیں انھوں نے لغت نویسی کے فن کو نقطۂ عروج تک پہونچا دیا ان کی کتاب تاج العروس فی شرح القاموس جس ضخیم جلدوں میں واقع ہے اور جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے دنیا کی کسی زندہ زبان میں ایسی لغت نہیں پائی جاتی جو اتنی باریک بینی اور اس درجہ تحقیق کے ساتھ تیار کی گئی ہو۔ یہ درحقیقت لسانی انسائیکلوپیڈیا ہے مرتضیٰ زبیدی ہندوستانی ہیں کے ایک شہر میں پیدا ہوئے اور وہ شہر اس جگہ سے بہت زیادہ دور نہیں ہے جہاں آج ہم اور آپ جمع ہیں بلگرام بہت سے ادباء، شعراء اور مورخوں کا شہر رہا ہے جن میں سر فہرست مولانا غلام علی بلگرامی کا نام آتا ہے جو عربی کے نغز شناس ادیب اور نادر الکلام شاعر تھے عربی میں ان کے سات دیوان ہیں۔ انھوں نے فن عروض میں اضافے کئے ہیں، نازک بیانی، تلاش خیال آفرینی میں ان کا جواب نہیں تاج العروس کا جہاں تک تعلق ہے وہ علمی دنیا کی شہرۂ آفاق رکھنے والی کتاب ہے اس کے نقل کرنے اور اس کی ایک کاپی حاصل کرنے میں سلاطین وقت اور شاہان عالم ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے تھے۔

ادب عربی کی تاریخ میں ایک بات جو ذکر کے لائق ہے اور کاروان ادب کے راہ رو اور اس کی منزل بمنزل پیش قدمی کا جائزہ لینے والوں کے لئے نوٹس لینا ضروری ہے کہ ہندوستان فارسی ادب و ثقافت کے زیر اثر رہ چکا ہے اور فارسی عربی زبان و ادب کے خانہ کرم کا ایک خوشہ چیں تھا، اس نے اپنے مختلف زبانوں میں ایسے افراد پیدا کئے جنھوں نے ادب کے روایتی طرز بیان سے بلند ہو کر اپنا اسلوب متعارف کرایا، روایتی ادب ایک زمانہ میں پورے عرب دنیا پر چھایا ہوا تھا، مقامات حریری جب ادبی اسٹیج پر سامنے آیا اور ابوزید السروجی نام کا ایک کردار ہیرو کی شکل میں نمایاں ہوا وہ ایک ادبی سیار بن گیا جس کی انشا اور تحریر میں تقلید کی جاتی تھی، اس کا اثر طبائع پر اور ادبی تحریروں میں اس طرح رچ گیا تھا جیسے موسم کا اثر نباتات پر [illegible] اجسام انسانی پر پڑتا ہے اور جس کے اثر سے نہ کوئی محفوظ رہتا ہے نہ مضبوط، نہ بیمار نہ تندرست، عالم عرب بلکہ عالم اسلام پر حریری کا ایک بادل چھایا ہوا تھا لیکن اسی زمانہ میں عرب الحی بعید یعنی ہندوستان میں ایسے لوگ پیدا ہوئے جیسے اندھیری رات میں جگنو ہوں انھوں نے سلامت طبع اور فکر بلند اور فطری ذوق کا ثبوت دیا، ہندوستان میں جو روایتی اسلوب سے انحراف کرتے ہوئے صحیح زبان کی خدمت اور ذوق کی پرورش کا یہ انداز ایک ادبی بدعت سے کم نہ تھا۔ کیونکہ اس دھارے کے خلاف تھا جو عالم عربی کے شرق و غرب میں بہہ رہا تھا، یہ بات قابل غور ہے اور اس لائق ہے کہ علمی تحقیق کا موضوع بنایا جائے۔

ان چند افراد میں جو غیر مقفع نثر میں لکھتے تھے اور ان کی تحریر آمد اور روانی ہے وہ وقت کے کے خلاف قافیہ آرائی اور تصنع سے بلند تھے ان میں ہم علامہ محمد بن جون پوری کا نام لے سکتے ہیں جو اسی شہر کے ایک صوبہ میں پیدا ہوئے ۱۰۶۲ھ میں وفات پائی جن کی کتاب الفوائد شرح الفوائد ہے۔

اگرچہ ہندوستان کو اس معاملہ میں سبقت نہیں حاصل ہے کہ صنائع و بدائع کے فنون سے آراستہ عبارت آرائی اور قافیہ بندی کے بندھنوں سے آزاد ہونے والوں میں اس کا پہلا نام ہوتا اور وہ لوگ جو طبیعت کی آمد اور مزاج کے فطری بہاؤ کے مطابق لکھتے ہیں ان کے درمیان اولیت اسے حاصل ہوتی، اس اولیت کا شرف تو علامہ ابن خلدون کو حاصل ہے جو بلاشبہ علامۂ وقت اور فلسفۂ تاریخ کے امام تھے جن کے مقدمہ کے تاریخ نے عقل و ذوق کی قیادت کی ہے اور علمی تحقیق کا اسلوب نکالا ہے لیکن ایسا بھی نہیں ہے کہ ہندوستان میں کوئی صاحب علم و فکر ادیب نہ پیدا ہوا ہو جس نے ابن خلدون کی طرح تصنع سے بری طرز تحریر ایجاد نہ کیا ہو شاہ ولی اللہ دہلوی (۱۱۷۶ھ) نے اپنی کتاب حجۃ اللہ البالغۃ میں فکر کے ساتھ اور اپنے انوکھے مضمون اور اسرار شریعت کی وضاحت ایسے اسلوب میں کی ہے جس پر روایتی ادب انشاء کی کوئی چھاپ نہیں ہے بے روح قافیہ گری اور حریری کی لاطائل تقلید کے بجائے انہوں نے اپنا عالمانہ اسلوب پیدا کیا جو زبان کی پاکیزگی اور سلامت ذوق کا اسی طرح نمائندہ ہے جس طرح فکر بلند اور علم وسیع کا۔ حجۃ اللہ البالغۃ کا وہ باب جس کا عنوان ہے "المدنیۃ العجیبۃ عند بعثۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم" یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت عجمی تمدن یہ باب اپنی سادگی، سلاست، روانی اور جوش میں بے نظیر ہے مقدمۂ ابن خلدون کے بعد اس باب کو پڑھئے اور زبان کی شیرینی اور علم کی فراوانی کو دیکھئے تو اعتراف کے بغیر چارہ کار نظر نہیں آئے گا۔

شاہ صاحب کے بعد بھی سرزمین ہند میں متعدد علماء اور اہل قلم پیدا ہوئے جو سوانح نگاری اور تاریخ نویسی میں ممتاز ہوئے اور ان کی تحریریں ان کے معاصرین سے مختلف تھیں جو عرب ممالک میں تھے، ان کی تحریروں میں سادگی اور شیرینی، سلاست و قوت کا عنصر نمایاں ہے۔ ان میں خاص طور پر قابل ذکر علامہ محسن ابن یحییٰ ہیں۔ جن کی کتاب الیانع الجنی فی اسانید الشیخ عبدالغنی ہے اور جس کے اندر خالص عربیت کی روح جھلکتی ہے اور انداز بیان بہت شگفتہ ہے اور ایک ماہر فن ادبی صلاحیت کا نمونہ ہے۔ علامہ ہند نواب سید صدیق حسن خاں قنوجی بھوپالی (متوفی ۱۳۰۷ھ) اور مورخ کبیر علامہ سید عبدالحی حسنی صاحب نزہۃ الخواطر و بہجۃ المسامع والنواظر جو آٹھ جلدوں میں ہے (وفات ۱۳۴۱ھ) کے نام اسی ضمن میں آتے ہیں۔

اس موقع پر مجھے اجازت دیجئے کہ ندوہ جشن ۸۵ سالہ کے موقع پر جو میں نے عرض کیا تھا اس کی چند سطریں یہاں پر دہراؤں (یہ جشن ۲۵ سے ۲۸ شوال تک ۱۳۹۵ھ میں منعقد ہوا تھا)

علماء ہند کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ انھوں نے برصغیر ہند میں ادبی تحریک کی قیادت کی ہے اور زبان و ادب کے ستون مانے گئے ہیں جن پر ادب کا قلعہ قائم ہے ان میں سے ہر ایک اپنے اسلوب کا مالک ہے اور اپنے مقلدین کی ایک جماعت رکھتا ہے اور بہت سے ان میں ایسے تھے جنھوں نے تحریر و انشاء، شعر و ادب، نقد و بیان میں اپنی راہ خود نکالی اور طرز نو کے موجد سمجھے گئے اور آج تک ان کی کتابیں اپنے اپنے



موضوع پر مرجع و ماخذ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ یہاں علماء اور ادباء کے درمیان وہ خلیج نہیں ہے جو بعض عرب ممالک میں پائی جاتی ہے اور جہاں ادب کی ذمہ داری غیر علماء کے ہاتھوں میں ہے اور یہ وہ طبقہ ہے جو شعر و ادب کی میراث سنبھالے ہوئے ہے۔ دوسرا طبقہ وہ ہے جس کو اس سے سروکار نہیں اسکو صرف علوم شریعت سے تعلق ہے۔ اس تفریق نے دین و ادب دونوں کو نقصان پہونچایا ہے۔

ندوۃ العلماء کا یہ ادارہ جہاں آپ اس وقت جمع ہیں ان سرخیل اداروں میں ہے جہاں سے پہلی مرتبہ یہ آواز اٹھی کہ دین و ادب کی شاہراہیں الگ الگ نہیں ہیں اس نے دونوں گروہوں کو ایک ساتھ چلنے کی دعوت دی۔ یعنی دعوت و تبلیغ دینی کا گروہ اور ادیبوں، انشاء پردازوں تاریخ و تنقید کے دانشوروں کا گروہ۔ ندوہ نے ادب کی اجارہ داری کو تسلیم نہیں کیا، اور اسکی تقسیم کو ختم کرنے اور دونوں کو ایک ساتھ چلنے کی دعوت ندوہ کے ایک ذمہ دار نے جس وضاحت سے پیش کی تھی اس کا ایک نمونہ میں پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا۔

وہ ادب جس کو تقلید اور روایت سے سب سے زیادہ انکار اور لکیر کا فقیر بننے سے سب سے زیادہ عار ہونا چاہئے تھا اور جس کے خمیر و سرشت میں جدت و جرأت، ذہانت، ذوق و جمال اور ادب کی زبان میں "حسن پرستی" اور جس کو بلبل کی طرح ہر گل کا شیدا اور مظہر جمال و کمال کا شیفتہ و فریفتہ ہونا چاہئے، اکثر موقعوں پر روایت، تعصب کا شکار اور رسم و رواج گرفتار نظر آتا ہے۔ ادب و انشاء کی جو تعریف استاد اول نے کر دی اور اس کے جو حدود و خطوط کھینچ دئے بہت کم ادیبوں اور نقادوں کو ان سے سرتابی کرنے اور اس کے دائرہ سے باہر قدم رکھنے کی جرأت ہوتی ہے، اس کا نتیجہ ہے کہ ہر بعد میں آنے والا اپنے پیش رو کے قدم پر قدم رکھتا ہوا اپنا سفر طے کرتا ہے اور ادبی نمونوں کے ذخیروں میں کسی اضافہ، کسی تغیر اور کسی ترمیم کی جرأت نہیں کرتا، ادب و انشاء کی چند مثالی شخصیتیں منتخب کرلی جاتی ہیں اور ہر آنے والا اسی سبق کو دہراتا ہے اقبال کا یہ مصرعہ اس دبستان ادب پر بھی پوری طرح صادق آتا ہے،

"کند کتب رہ طے کردہ راطے"

ندوہ نے پہلی مرتبہ عربی ادب کے خزانوں کو از سرنو کھنگالنے اور اس کا علمی جائزہ لینے کی دعوت دی کہ اس کے سینہ سے وہ موتی نکالے جائیں جو دین و ادب کے ایوانوں کو سجانے اور اس کی زینت کا باعث بنیں، اور ادب کے شہ پارے ان جگہوں سے نکالے جہاں عام طور پر ادب و انشاء کی تلاش نہیں کی جاتی اور اسی کو بنیاد بنا کر اپنا نصاب تعلیم تجویز کیا، جس نے دین و ادب کو شیر و شکر کر دیا اور دین کے ساتھ ادب اور ادب کے ساتھ دین دونوں میں بیک وقت رسوخ حاصل کرنے کا ذریعہ ثابت ہوا۔ اس نصاب نے عربی زبان و ادب کی قوت اور ہمہ گیری کا پر یقین میں اضافہ کیا اور طالب علم کے اندر چھپی ہوئی ادبی صلاحیت کو ابھارنے اور ذوق کو جلا دینے کی صلاحیت پیدا کی اور یہ بتایا کہ عربی ادب میں یہ قوت ہے کہ وہ تمام بدلتے ہوئے حالات میں ضروریات کا ساتھ دے سکتا ہے۔

یہی وہ اسباب و عوامل تھے جن کی بناء پر ندوہ نے اس علمی مذاکرہ کے منعقد کرنے کی دعوت دی اور عالم اسلام کے ان مفکرین اور ادباء کو دعوت دی جو عہد حاضر میں عربی ادب کے تسلیم شدہ ماہرین اور تربیت و تعلیم کے میدان میں جنکی رائیں علمی وزن رکھتی ہیں۔ الحمد للہ کہ انھوں نے جس فراخدلی اور مسرت سے اس دعوت کو قبول کیا اور اس مذاکرہ میں شرکت کے لئے دور دراز کا سفر کر کے اور سفر کی مشقتیں برداشت کر کے تشریف لائے وہ دعوت دینے والوں کے اخلاص اور دعوت قبول کرنے والوں کے ذوق و فکر کی دلیل ہے۔

ہم آنے والے مہمانوں کا پرخلوص خیر مقدم کرتے ہیں اور ان اساتذہ کرام کا شکریہ ادا کرتے ہیں جو اس وقت ہمارے درمیان تشریف رکھتے ہیں۔ والحمد للہ اولاً و آخراً

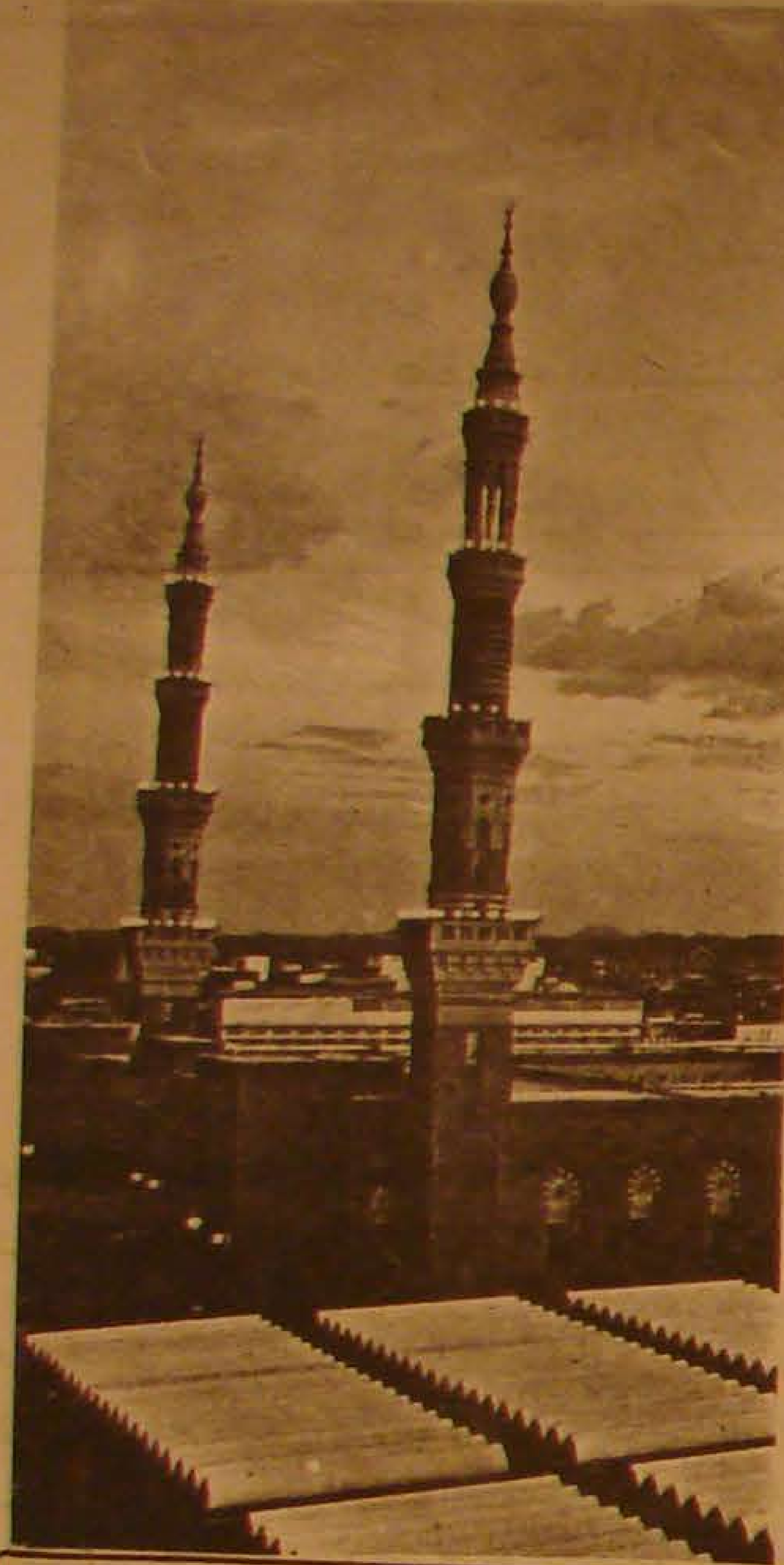

## کریم نکتہ نواز

اے بھائی تم کتنے ہی آلودہ و ملوث ہو، دامن توبہ تھام لو، اور امیدوار رحمت بن جاؤ کہ تم نہ ساحران فرعون سے آلودہ تر ہو اور نہ اصحاب کہف کے کتے سے زیادہ گندے، نہ طور سینا کے پتھر سے زیادہ بڑھ کر جامد، اور نہ ستون حنانہ سے بڑھ کر بے قیمت غلام کو اگر حبش سے پکڑ کر لاتے ہیں تو کیا عیب کی بات ہے جب کہ اس کا آقا اس کو کافور کا لقب دیتا ہے۔ جب ملائکہ نے عرض کیا کہ ہم کو اس مشت خاک کے فساد کی طاقت نہیں آواز آئی کہ اگر ہم اس کو تمہارے دروازے بھیجیں رد کر دینا، اگر تمہارے ہاتھ بیچیں تو مت خریدنا، تم ڈرتے ہو کہ ان انسانوں کی، معصیت ہماری رحمت سے زیادہ ہوگی، یا اس سے ڈرتے ہو کہ ان کی آلودگی ہمارے کمال قدوسیت پر داغ ڈال دے گی، یہ مشت خاک ہیں جو ہماری بارگاہ میں مقبول ہیں اور ہمیں قبول ہیں، ان کی معصیت و آلودگی سے کیا نقصان۔

شاعر نے خوب کہا ہے ؎

سراسر ما ہمہ عیبم بدیدی و خریدی تو
زہے کالائے پر عیب و زہے لطف خریدی

**شیخ شرف الدین یحییٰ منیری**

تاریخ دعوت و عزیمت جلد ۳

# تجاویز و سفارشات

## بین الاقوامی مذاکرہ ـــــ ادبیات میں اسلامی تصور

منعقدہ جمعہ، ہفتہ اور یکشنبہ ۱۱-۱۲-۱۳ جمادی الاخری سنہ ۱۴۰۱ھ

مطابق

۱۷-۱۸-۱۹ اپریل سنہ ۱۹۸۱ء ـــــ مقام: دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ (ہندوستان)

بین الاقوامی مذاکرۂ علمیہ میں جو تجاویز و سفارشات پیش ہو کر منظور ہوئیں ان کا اردو ترجمہ ہم پیش کر رہے ہیں۔ عربی متن عربی اخبارات اور رسائل کو بھیجے جا رہے ہیں، ان سفارشات کا متن عرب یونیورسٹیز کے اساتذۂ ادب نے تیار کیا اور ڈاکٹر مصطفیٰ عثمان نے اجلاس کی آخری نشست میں پڑھ کر سنایا جس سے تمام وفود نے مکمل اتفاق کا اظہار کیا اور اصل مسودہ پر دستخط کئے، ان تجاویز و سفارشات کو جس کمیٹی نے مرتب کیا ہے اس کے ممبروں کے نام حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ عالی جناب شیخ عبد العزیز رفاعی سابق مشیر مجلس وزراء

۲۔ ڈاکٹر محمد مصطفیٰ عثمان، استاذ تاریخ اسلامی امام محمد بن سعود یونیورسٹی، ریاض۔

۳۔ ڈاکٹر عبد اللہ عبد الشکور نائب وزیر اوقاف، مصر

۴۔ ڈاکٹر حجاج الخطیب استاد حدیث ابو ظبی یونیورسٹی

۵۔ ڈاکٹر یحییٰ جبوری وائس ڈین ہیومنیٹیز فیکلٹی قطر یونیورسٹی

۶۔ مولانا محمد واضح رشید صاحب ندوی اڈیٹر الرائد اور استاذ کلیۃ اللغۃ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

---

الحمد للہ، والصلوٰۃ والسلام لرسول اللہ، ادب اسلامی پر بین الاقوامی مذاکرات دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ (انڈیا) میں ۱۱ سے ۱۳ر جمادی الآخرہ سنہ ۱۴۰۱ھ مطابق ۱۷ سے ۱۹ر اپریل سنہ ۱۹۸۱ء تک دار العلوم ندوۃ العلماء کی دعوت پر لکھنؤ میں منعقد ہوتا رہا۔

اسلامی ادب پر اس بین الاقوامی مذاکرہ میں شرکت کرنے والے ارکان حضرت مولانا سید ابو الحسن علی الحسنی الندوی مدظلہ العالی کی خدمت میں خراج عقیدت دلی جذبۂ شکر گذاری کے ساتھ پیش کرتے ہیں اور اس مذاکرہ کی دعوت دینے اور ادب اسلامی کی اہمیت کو واضح کرنے کے سلسلے میں جو انھوں نے پیش قدمی کی ہے اس کو انتہائی عظمت و احترام کی نظر سے دیکھتے ہیں اور ارکان دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے شکر گذار ہیں کہ انھوں نے اعلیٰ مہمان نوازی، گرانقدر ضیافتوں اور کریمانہ برتاؤ سے ہماری پذیرائی کی اور ہم اراکین بین الاقوامی مذاکرۂ علمیہ، اللہ تبارک وتعالیٰ سے التجا کرتے ہیں مفکر و مربی عظیم المرتبت شیخ (مولانا سید ابو الحسن علی ندوی) کو تا دیر سلامت رکھے، صحت و عافیت سے نوازے تاکہ وہ اسلام اور مسلمانوں کی خاطر اپنی مبارک جد وجہد جاری رکھ سکیں۔

اس مذاکرہ میں شرکت کرنے والے ہم اراکین دار العلوم ندوۃ العلماء کی کوششوں کو خراج عقیدت پیش کرتے ہیں کہ اس نے آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے اسلامی کردار کی حفاظت کرنے میں کامیاب کوششیں کیں اور اسلام کی دعوت، اسلامی علوم اور عربی زبان کو پھیلانے میں قابل قدر کارنامہ انجام دیا ہے، نیز اس ملک کے دوسرے تعلیمی اداروں اور مدارس کی خدمات کو بھی خراج عقیدت پیش کرتے ہیں جنھوں نے اس ملک میں اس طرح کی کوششیں انجام دی ہیں اور ہم اراکین عرب اور مسلم حکومتوں اور تعلیمی اداروں سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ لکھنؤ کے دار العلوم ندوۃ العلماء کو مضبوط کریں اور ہندوستان کے دوسرے اسلامی تعلیمی اداروں کی مدد کریں جو دینی تعلیم اور عربی زبان کی خدمت انجام دیتے ہیں اور اس بات کی دعوت دیتے ہیں کہ وہ ان اداروں کی ایسی مدد کرتے رہیں جس سے ان کی سرگرمیوں کا دائرہ اور وسیع ہو، امکانات میں اضافہ ہو اور معیار بلند ہو۔

اراکین مذاکرہ نے جمعہ ۱۱ر جمادی الاخری کی صبح سے لے کر ۱۳ر کی شام تک ہونے والے صبح و شام کے جلسوں میں شرکت کی اور جو مقالات اراکین مذاکرہ نے پیش کئے انھیں سنا اور ان پر جو بحثیں ہوئیں ان میں دلچسپی لی اور ان کی روشنی میں حسب ذیل سفارشات پیش کرتے ہیں:۔

## اول: اسلامی ادب کے دائرہ کار میں توسیع اور اسکی عمومی ہمت افزائی

۱۔ ادب کے محققین اور اسکالرس کو متوجہ کیا جائے کہ وہ ادب اسلامی کے مفہوم کو نمایاں کریں اور ادب کے بارے میں اسلام کے موقف کو واضح کریں اور یہ دکھائیں کہ سوسائٹی اور طرز فکر کی تعمیر کے لئے اسلام کے ڈھانچے میں ادب کا کیا مقام ہے۔

۲۔ ان محققین اور اسکالرس کو متوجہ کیا جائے کہ اسلامی صحیح نظریہ کے مطابق ادب عربی کی تاریخ مرتب کریں اور اسلامی ادب کی تاریخ پیش کریں اور تنقید کے اسلامی طرز کو واضح کریں۔

۳۔ اس بات کی کوشش کی جائے کہ ادب اسلامی کی جو کتابیں عربی یا دوسری زبانوں میں شائع ہوں یا موجود ہوں ان کی فہرست شائع کی جائے اور لائبریری کے تعارفی کیٹلاگس اور ببلوگرافس کو وقت کی پابندی کے ساتھ شائع کیا جائے اور یہ ششماہی اور سالانہ پرچے نئے کاموں سے آگاہ کریں اور ان کی جستجو جاری رکھیں۔

۴۔ معاصر اسلامی ادب پر توجہ دینے اور ان کو پھیلانے، پیش کرنے اور ان کا فنی جائزہ لینے، اور بامقصد تنقید کے ذریعے ان کو نکھارنے کی پوری کوشش کی جائے اور ان کو ہر ممکن وسائل سے عام کرنے اور ان کی ہمت افزائی کی کوشش کی جائے۔

۵۔ تعلیمی اور ثقافتی ادارے خواہ وہ حکومت کے ہوں یا عوامی ہوں انھیں اس پر مائل کیا جائے کہ افراد کی انفرادی ادبی قوتوں کو بروئے کار لانے کے لئے ان کی ہمت افزائی کریں اور انھیں اسلامی رُخ پر لگائیں اور ایسے افسانے، ڈرامے اور سلسلہ وار ادبی تحریروں کو پیش کرنے کے لئے انعامی مقابلے ترتیب دئے جائیں جن کا اسلامی قدروں پر دار و مدار ہو اور کامیاب ہونے والے کی ادبی کاوش کو شائع کرنے اور اس پر انعام دینے کا سلسلہ جاری کیا جائے۔

۶۔ ادب اسلامی کو فروغ دینے کے لئے ایک مستقل سکریٹریٹ قائم کیا جائے اور دار العلوم ندوۃ العلماء سے گذارش کی جائے کہ وہ اس کا مرکز بنے، اور یہ سکریٹریٹ اس مذاکرہ اور آئندہ ہونے والے اجتماعات کی تجاویز و سفارشات کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کرے، نیز مناسب مدت کے بعد اس طرح کے ادبی اجتماعات مختلف اسلامی ملکوں میں کرنے کا خاکہ بنائے اور تمام ادبی، ثقافتی اور علمی محکموں سے جو مختلف اسلامی ملکوں میں ہیں یہ اپیل کرے کہ اس طرح کے ادب اسلامی پر مذاکرات کی مجلسیں منعقد کرنے کی سہولتیں فراہم کریں۔



## دوم: ادب اسلامی کی تعلیم کا میدان

۱۔ اسلامی ممالک کی یونیورسٹیز کو اور دوسرے تعلیمی اداروں کو دعوت دی جائے کہ نصاب تعلیم کی پلاننگ میں ادب اسلامی کے مجوزہ مواد کو جگہ دی جائے، اور اس کے تفصیلی اصول واضح کئے جائیں جن میں ادب اسلامی کا مفہوم، اس کا دائرہ کار اور اس کا رخ متعین ہو اور ایسے حقیقی نمونے پیش کئے جائیں جو اسلامی ادب کی صحیح نمائندگی کرتے ہوں، ان یونیورسٹیز کو اس بات کی بھی دعوت دی جائے کہ اعلیٰ ڈگری کے حصول کے لئے جو طلبہ کام کرنا چاہیں انھیں ایسے موضوع کو منتخب کرنے پر مائل کیا جائے جن کا تعلق اسلامی ادب سے ہو۔

۲۔ مسلم اور عربی ممالک کی یونیورسٹیز کو دعوت دی جائے کہ اسلامی ادب کے شعبے یا سنٹر کھولیں جو تحقیق کے لئے عملی خاکہ (Schemes) تیار کرے اور اس موضوع پر سمینار اور کانفرنس بلائے جو اس سلسلے کے مسائل پر بحث کرے اور طریق کار کا تعین کرے اور یہ درسگاہیں اس معاملہ میں ایک دوسرے کا آپس میں تعاون کریں، مزید یہ کہ عرب یونیورسٹیز کے متحدہ ادارہ اور اسلامی یونیورسٹیز کے متحدہ ادارہ سے اپیل کی جائے کہ وہ تعاون کے جتنے ممکن پہلو ہیں ان کے ذریعے اس مقصد کو کامیاب کرنے میں مدد دیں۔

۳۔ اسلامی ممالک کی یونیورسٹیز کو دعوت دی جائے کہ مسلم اقوام کی زبانوں اور ان کے ادب کو درسیات میں جگہ دیں، اور تقابلی مطالعہ کیا جائے تاکہ آنے والی نسلوں کو مسلمانوں کے ادب و ثقافت کا علم رہے اور ان کی مختلف زبانوں اور مقامی تہذیب کو سمجھیں اور خاص طور سے تہذیب و ثقافت کے وہ پہلو جن کا اسلامی قدروں سے تعلق ہے۔

۴۔ ادب کے نصاب پر نظر ثانی کی جائے اور ہر مرحلہ تعلیم کا علیحدہ نصابی پروگرام تجویز کیا جائے تاکہ یہ نصاب اور تعلیمی پروگرام نوخیز مسلمان طالب علم کے اندر اسلامی احساس کو بڑھانے اور دین کی عظمتوں سے واقف ہونے کے جذبہ کو فروغ دے سکے اور ان میں تندرست ذوق جمال پرورش پائے جو ان کی عمر کے مطابق اور فکری اور نفسیاتی ضرورت کو پورا کرنے والا ہو۔

## سوم: اسلامی ادب کی اشاعت اور اسلامی ادبا کی کوششوں کو ہم آہنگ کرنا

۱۔ اسلامی ادب کے ایسے بلند نمونے منتخب کئے جائیں جو ہماری ادبی وراثت کے نمائندہ ہوں، اور ان قدروں کو سامنے لے آیا جائے جو اس کی اصل روح ہے اور اس کے علامتی نشان اور خد و خال کو واضح کیا جائے، جو اسے دوسرے ادبی نمونوں سے ممتاز کرتا ہو تاکہ یہ نمونے بیک وقت تہذیب اخلاق اور تعلیم ادب دونوں کا کام کریں،

۲۔ اسلامی ادیبوں کو دعوت دی جائے کہ فنون ادب میں جو مفید اور قابل قبول چیزیں ہیں ان سے فائدہ اٹھائیں، علمی مقالے، افسانے، ناول اور ڈرامے جو اسلامی ادب کو پیش کریں انھیں اختیار کیا جا سکتا ہے، اور نشر و اشاعت کے ذرائع ـــــ (Information Media) خواہ وہ صحافت ہو یا باتصویر یا بے تصویر ریڈیو ہو، اور ادبا اس کے ساتھ اپنے فرض کو صحیح طور پر انجام دیں جس سے مسلمانوں کے ذہن کی نگہداشت ہو اور ان کے فہم میں کوئی کجی نہ پڑنے پائے اور اسلامی فکر اور اس کی مجتہدانہ شان باقی رہے، اور ادب اسی مرکز سے پھوٹے۔

مبلغین اسلام کو یاد دلایا جائے کہ 'حکمت و موعظت حسنہ' کا مطلب ادب ہے، لہٰذا انھیں اپنے وعظ و نصیحت کے موقع پر خوش گفتاری، شگفتہ بیانی اور فصاحت و بلاغت کے راستے نہ چھوڑنا چاہئے تاکہ ان کی باتیں کانوں کو بھلی معلوم ہوں اور دلوں کو پسند آئیں اور ان کا دائرۂ عمل وسیع ہو، اور انھیں چاہئے کہ حسن تعبیر اور حسین طرز بیان کو نفس پرستوں اور شر و فساد کے داعیوں کے لئے نہ چھوڑ دیں کہ وہ اپنی من مانی کریں بلکہ اسلامی ادب کے حامیوں کا فرض ہے کہ وہ اپنے حق کے ذریعہ غیروں کے باطل کا مقابلہ کریں اور اسے شکست دیں اور موجودہ ادبی انحراف کو کارآمد ادب کے ذریعہ بدل دیں جو لوگوں کے لئے نفع بخش ہو اور دنیا میں زیادہ پائدار ثابت ہو۔

۳۔ نشر و اشاعت کے جو مسلم ادارے موجود ہیں ان کے ذریعہ قدیم ادبی سرمائے اور معاصر ادبی کاوشوں کو شائع کرنے کی کوشش کی جائے اور اس کے ساتھ ہی ساتھ اس بات کو ذہن میں رکھا جائے کہ ہمارا اگلا قدم یہ ہوگا کہ ہم ایک مخصوص دار النشر اس غرض کے لئے قائم کریں اور ایک اسلامی ادب پر رسالہ نکالیں، اور دار العلوم ندوۃ العلماء سے شائع ہونے والے رسالہ "البعث الاسلامی" کو اس کام کی انجام دہی میں مدد دی جائے۔

۴۔ کوشش کی جائے کہ ادب اسلامی کے شہ پاروں کو عربی سے ترجمہ کر کے دوسری مسلم زبانوں میں پیش کیا جائے اور جو ان زبانوں میں ادبی سرمائے ہیں انھیں عربی میں منتقل کیا جائے اور ان کو دوسری زندہ زبانوں میں روشناس کرایا جائے۔

۵۔ اہل خیر مسلمانوں کو متوجہ کیا جائے کہ نیکی اور ثواب کے کاموں کے مختلف راستے ہیں اور اللہ کے نزدیک سب سے بڑا ثواب کا کام یہ ہے کہ اسلام کی دعوت و تبلیغ پر پیسہ خرچ کیا جائے، اور اسلامی علوم، مسلم زبانوں اور دینی کتابوں کے پھیلانے پر اور جو ادارے یہ خدمت انجام دے رہے ہیں ان کے استحکام پر خرچ کیا جائے۔

۶۔ اسلامی ادیبوں کو اس بات کی دعوت دی جائے کہ وہ اپنے آپس کے تعلقات کو مستحکم کریں اور اپنی ادبی کاوشوں کو باہمی اتفاق سے اس طرح مربوط رکھیں کہ ایک دوسرے سے ضد اور ٹکراؤ کی شکل نہ پیدا ہو، اور اس مقصد کے حصول کا بہترین ذریعہ یہ ہے کہ ایک بین الاقوامی اتحاد قائم کیا جائے جس کی سرگرمیوں میں یہ بات داخل ہو کہ ادب اسلامی پر ممتاز کام کرنے والوں کو اعتراف اور ہمت افزائی کے طور پر انعامات دیں اور یہ انعامات سالانہ ہوں، یا مناسب مدت مقرر کی جائے اور انعامات کے لئے رقم حکومتی اداروں اور خصوصی چندوں اور دوسرے جائز آمدنی کے ذریعہ فراہم کیا جائے۔

## چہارم: دینی تربیت کا میدان، بچوں، نوخیزوں اور نوجوانوں کے لئے اسلامی لٹریچر

۱۔ ایک منصوبہ کے تحت اسلامی کتابوں کا ایک سلسلہ شائع کیا جائے جن میں اسلام کے بنیادی امور، عقیدہ اور شریعت کا بیان ہو اور اسلامی اخلاق اور تاریخ اسلام کے مضامین ہوں، تاکہ جہاں جہاں بھی مسلمان خاندان آباد ہیں خصوصاً جہاں وہ اقلیت میں ہیں یا دور دراز غیر مسلم حکومتوں کے تحت رہ کر زندگی گذار رہے ہیں ان کی دینی ضرورتوں کو یہ کتابیں پوری کر سکیں۔ اس مقصد کے لئے جدید ذرائع ابلاغ اختیار کئے جا سکتے ہیں جیسے ٹیپ، کیسٹ، یہ اب دو قسم کے ہوتے ہیں، ایک میں صرف آواز ہوتی ہے، دوسرے مع تصویروں کے ہوتے ہیں (ویڈیو) اسلامی تہذیب اور دینی دعوت کو ذہن نشین کرنے کے لئے ان ایجادات سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے، اس سلسلے میں جو پیش قدمی کی جا چکی ہے اس کی ہمت افزائی کی جائے۔

۲۔ غیر مسلم ممالک میں جہاں مسلمانوں کی بڑی تعداد پائی جاتی ہے وہاں دینی مدارس قائم کئے جائیں جن کا معیار بلند ہو اور ان کے اندر دینی پیدا کرنے کی صلاحیت ہو، ان مدارس کا نصاب ایسا تجویز کیا جائے جس میں اسلامی تعلیمات اور عربی زبان کو مرکزی حیثیت حاصل ہو، جن غیر مسلم ممالک میں یہ مدارس قائم ہوں وہاں کے مقامی تقاضوں اور ضروریات کا بھی لحاظ رکھا جائے (بشرطیکہ وہ دینی مطالبات کے خلاف نہ ہوں)، بچوں کے لئے "کنڈر گارڈن اسکول" کے طرز کے مکتب قائم کئے جائیں جہاں اسلامی اخلاق و آداب کی تربیت کا نظم ہو اور جہاں معصوم بچے ہوش سنبھالتے ہی دین کو عملی شکل میں دیکھیں، اس غرض کے لئے اسلامی ممالک سے اپیل کی جائے کہ وہ افراد اور مال دونوں ذرائع سے ایسے مراکز کی مدد کریں۔

۳۔ بچوں، نو عمر لڑکوں اور نوجوانوں کے لئے خصوصی طور پر اسلامی ادب پر کتابیں تیار کی جائیں اور متنوع قسم کے ذرائع ابلاغ سے کام لیا جائے، جن لوگوں کو اس فن میں مہارت ہے یا جنکے اندر قدرتی طور پر نوخیز نسل کی نفسیات سے آگاہ ہو کر

لکھنے کا سلیقہ ہے، ان سے اس طرح کے سلسلۂ کتب تیار کرنے یا اس میں حصہ لینے کی اپیل کی جائے، دوسری طرف نئی نسل کے نوجوانوں کو اس طرح کی چیزیں پڑھنے کی ترغیب دی جائے، اور اسلامی ادب وثقافت پر جو مواد کسی اور ذریعہ سے پیش کیا جائے اس سے فائدہ اٹھانے کا شوق ان کے اندر پیدا کیا جائے۔

## پنجم: عربی زبان کی تعلیم اور اس کی نشر واشاعت

۱۔ عربی زبان اور اسلامی ثقافت کو عموماً ساری دنیا میں رائج کرنے کی جدوجہد کی جائے اور خصوصاً اسلامی ممالک میں اس کی حیثیت مضبوط ترین بنانے کی کوشش کیجائے کیونکہ یہ قرآن کی زبان ہے اور چونکہ ہر مسلمان کو اس قدر جاننا ضروری ہے کہ وہ اپنی نمازیں صحیح طریقے پر ادا کرسکے، اور اپنے دین کے احکام سے واقف رہے، عربی زبان کی نشر واشاعت کا کام اگر مسلمان انجام دیں گے اور اگر حکومتوں نے اس مہم کی سرپرستی کی، عوام نے دلچسپی لی تو وہ دن دور نہیں جب کہ عربی زبان مسلمانوں کی واحد علمی اور ادبی زبان ہوگی، ان کی تصنیف وتالیف اور ان کی کانفرنسوں اور مؤتمرات میں یہی زبان سرکاری سمجھی جائے گی، اسی کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ ہلاکت آفریں تحریکوں کا پورا مقابلہ کیا جائے اور ان کو ناکام بنایا جائے، جیسے یہ تحریک کہ عامیانہ لہجے (DIALECTS, COLLOQUIALS) کو فصیح قرآنی زبان پر ترجیح دی جائے، یا عربی رسم الخط کو ختم کرکے لیٹن حروف استعمال کئے جائیں، نیز یہ بھی ضروری ہے کہ وہ زبانیں جو پہلے عربی حروف میں لکھی جاتی تھیں اب کچھ عرصے سے لیٹن حروف میں لکھی جارہی ہیں ان کو پھر دوبارہ قدیم رسم الخط یعنی عربی حروف استعمال کرنے کی دعوت دی جائے، یہ زبانیں ترکی، ملادی، انڈونیشی اور سواحلی ہیں۔

۲۔ مسلم یا غیر مسلم ممالک میں جو لوگ عربی نہیں جانتے ان کے حالات کا مطالعہ کیا جائے اور پلاننگ کی جائے کہ ان کے اندر عربی زبان کس طرح رائج کی جائے، اور ایک خصوصی عملہ کے ذریعہ اس مقصد کے حصول کی کوشش کی جائے، نیز اسکالرشپ، انعامات اور مالی یا معنوی ہمت افزائی کے طریقے اختیار کئے جائیں، اور جدید ٹکنالوجی اور زبان سکھانے کے ذرائع اختیار کئے جائیں۔

۳۔ اس بات کے امکان کا جائزہ لیا جائے کہ قرآن کے الفاظ سے عربی زبان سکھلائی جائے اور قرآنی الفاظ پر مشتمل ڈکشنری اور تعلیم کی کتابیں مرتب کی جائیں، اس سلسلہ میں جو پیش قدمی برادر ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی نے اپنی کتاب "تعلم لغة القرآن الكريم" میں کی ہے اس تجربہ سے استفادہ کیا جائے۔

۴۔ غیر عرب کو عربی سکھانے کے لئے درسگاہیں قائم کرنے کی جو کوششیں ہوں اس کی پیروی کی جائے اور اس کام کے لئے مدرس تیار کئے جائیں اور جو ادارے قائم ہیں ان کو مالی استحکام کے ذریعہ بڑھایا جائے اور ان کا معیار بلند کیا جائے۔

۵۔ جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں ان کے لئے سفر کے ایسے انتظامات کئے جائیں کہ وہ مسلمانوں کی سوسائٹیوں کو قریب سے دیکھیں اور زبان وثقافت کا مطالعہ کرسکیں اور مسلم ممالک کے محکمے جیسے رعایۃ الشباب کا محکمہ ہے یا وہ ادارے ہیں جن کا مقصد اسلام اور مسلمانوں کی خدمت ہے، ان کو چاہیے کہ مسلم ممالک کے نوجوانوں کو اپنے محکموں کی طرف سے ان ممالک میں بھیجیں جہاں مسلمانوں کی تعداد کم ہے تاکہ ایک دوسرے سے متعارف ہوں اور ان کے حالات کا مطالعہ کرسکیں، اور ان مقاصد کے لئے جن لوگوں کو بھیجا جائے ان کی سیرت واخلاق اور اسلامی آداب پر کاربند ہونے کا پہلے سے اطمینان کر لیا جائے۔

---

اسی مذاکرہ میں شریک ہونے والے ممبر اسلامی ممالک کے ان عہدہ داروں سے اپیل کرتے ہیں جو تبلیغ ودعوت، تعلیم وتربیت اور وسائل ابلاغ کے ذمہ دار ہیں یا جو اکیڈمیوں اور علمی اداروں کے سربراہ ہیں کہ وہ ان تجاویز کو بروئے کار لانے اور اس کی تائید کرنے میں پوری سرگرمی سے کام لیں، اگر یہ لوگ متعلقہ محکموں سے جو مسلم ممالک میں قائم ہیں ان سفارشات کا ذکر کریں گے اور تائید کرتے رہیں گے تو ہم امید کرتے ہیں کہ یہ کوششیں بار آور ہوں گی۔

ہم اللہ تبارک وتعالیٰ سے ہدایت وتوفیق اور مدد کے ملتجی ہیں۔

وقل اعملوا فسيرى الله عملكم ورسوله والمؤمنون وستردون الى عالم الغيب والشهادة فينبئكم بما كنتم تعملون ٥

والحمد لله اولاً وآخراً، وبنعمته تتم الصالحات۔

---

**بقیہ صفحہ ۱۱، رپورٹ**

دیکھا کہ اور پر گذر چکا ہے) ایک قدیم تجربہ کار مربی اور استاد ہیں، اور ان کی سرکردگی میں متعدد طلبہ نے اسلامی ادبیات پر ایم۔ اے، پی، ایچ، ڈی کیا ہے اور جن کے محققانہ مقالات کتابی شکل میں شائع ہو چکے ہیں۔

اردو سیکشن کی صدارت جناب سید صباح الدین عبدالرحمٰن ناظم دار المصنفین اعظم گڑھ نے کی، ان کے مددگار اور شریک کار پروفیسر ضیاء الحسن فاروقی (جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی) تھے، اور کنڈکٹ کرنے کے فرائض ڈاکٹر محمد اقبال انصاری (ندوی) علی گڑھ یونیورسٹی نے انجام دئے۔

پورے سیمینار کے لئے دعوت، منصوبہ بندی، پھر اس کی علمی وعملی تنظیم کی ذمہ داری شروع سے آخر تک مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی (صدر شعبۂ ادب عربی دار العلوم ندوۃ العلماء) کے سپرد تھی، جنھوں نے بڑی خوش اسلوبی، باریک بینی، جانفشانی اور لگن کے ساتھ اس کو انجام دیا، انتظامات اور مشوروں میں ڈاکٹر مولانا عبداللہ عباس ندوی (استاد جامعۃ الملک عبدالعزیز مکرمہ واستاد زائر ندوۃ العلماء)، مولانا سید الرحمٰن اعظمی ندوی (مدیر "البعث الاسلامی" و استاد اعلیٰ ادب عربی دار العلوم) مولانا سید واضح رشید ندوی (مدیر عربی جریدہ "الرائد" واستاد ادب عربی ندوۃ العلماء) اور مولانا ابو العرفان ندوی استاد دار العلوم ندوۃ العلماء پیش پیش تھے، سیمینار کے انعقاد سے کئی روز پیشتر مولانا محمد شبیر ندوی (جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی) دار العلوم میں آگئے تھے، جن کا ندوہ کے ندوۃ العلماء کے پچاسی سالہ جشن کے کامیاب بنانے میں خاص حصہ تھا، سیمینار کی کامیابی میں ان کی کوششوں، تجربہ اور تنظیمی وانتظامی صلاحیت کو بھی خاص دخل تھا۔ اس موقع پر میں اپنے رفیق مولانا شفیق الرحمٰن صاحب ندوی، استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء کے قیمتی تعاون کا بھی معترف ہوں ان کی وجہ سے کام میں بڑی مدد ملی۔ اس تاریخی اور نازک موقعہ پر دار العلوم کے ہر عمر کے طلباء نے جس سعادت وصلاحیت اور سرگرمی وجانفشانی کا مظاہرہ کیا وہ ایک ناقابل فراموش حقیقت ہے، عرب مہمان اور غیر ملکی فضلاء (جو کثرت سے کانفرنسوں میں جاتے رہتے ہیں، اور ملک ملک دیکھے ہوئے ہیں) دار العلوم کی پرسکون وپر وقار علمی وادبی فضا سے متاثر ہوئے اور انھوں نے ایک سے زائد بار اپنے اس گہرے تأثر کا اظہار کیا، اس سیمینار کا انعقاد اور اسکی غیر معمولی کامیابی (جو محض تائید الٰہی اور توفیق خداوندی کا کرشمہ تھا) نہ صرف ندوۃ العلماء بلکہ پورے ہندوستان کے لئے موجب شکر اور سرمایہ فخر ہے، اور مدتوں اس کو یاد رکھا جائے گا۔

امید ہے کہ یہ مذاکرہ علمی ایک نشان راہ، اور ایک عظیم سفر کا آغاز ہوگا جس کا فائدہ پورے دین وادب اور السنہ کے مرکزوں کو پہونچے گا۔

والسلام

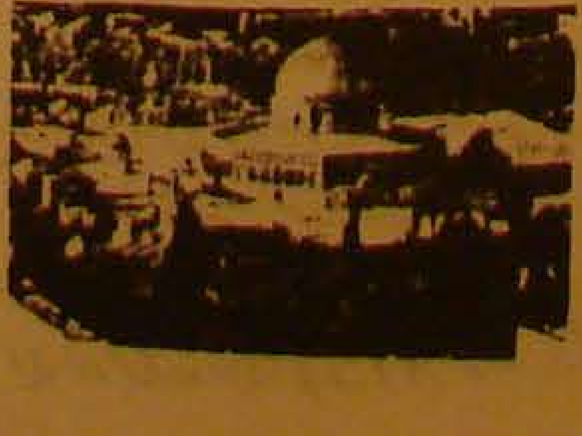



# ندوۃ العلماء میں عربی واسلامی ادب پر تاریخی مذاکرہ

محمود الازہار ندوی، انچارج دفتر مذاکرۂ ادبیات اسلامی، شعبۂ ادب عربی، دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

ندوۃ العلماء نے ایک بین الاقوامی سیمینار منعقد کیا تھا، جس کا موضوع عربی ادب میں خصوصاً اور دوسری زبانوں کے ادبیات میں اسلامی عناصر کی تلاش تھی، یہ سیمینار ۱۷ر اپریل ۱۹۸۱ء سے ۱۹ر اپریل ۸۱ء تک جاری رہا اور مثالی وتاریخی کامیابی سے ہمکنار ہوا۔

اس مذاکرۂ علمیہ میں حصہ لینے کے لئے متعدد عرب ممالک کے ممتاز فضلاء وادباء نے شرکت کی جن میں دور حاضر کے بلند پایہ مصنفین، فیکلٹی آف آرٹس کے ڈین، شعراء اور ادباء نے حصہ لیا، اور پوری دلچسپی اور سرگرمی کے ساتھ مباحثات میں شریک ہوئے، عام طور پر عرب ممالک کے وفود جس معیار کے ہوتے ہیں، ان سے ان ادباء کا علمی درجہ مختلف تھا، یہاں آنے والوں میں بیشتر وہ حضرات تھے جو یا تو کانفرنسوں میں شرکت کے لئے نہیں جایا کرتے اور اگر ملک سے باہر کہیں جاتے ہیں تو بہت ہی بامقصد متعین علمی موضوع پر مباحثہ میں شرکت کے لئے جاتے ہیں، حکومت قطر کے بزرگ عالم اور بڑے دینی منصب پر فائز شخصیت شیخ عبداللہ ابراہیم الانصاری بھی شریک ہوئے جن کا اگرچہ کسی یونیورسٹی سے تعلق نہیں تھا لیکن ادبی ذوق اور دینی واسلامی ادب کے فروغ میں ان کا بڑا حصہ ہے، اس طرح عرب ممالک کے ادباء کی تعداد تین درجن سے زیادہ تھی، جن میں عالی مرتبت سید عبدالعزیز رفاعی سابق سکریٹری مجلس الوزراء (مملکت سعودیہ) بھی شامل تھے، جنھوں نے عربی وتاریخ کے ذخیرے سے صحابہ کرام کی ان شخصیتوں کے ادبی پہلو پر ایک سلسلۂ کتب تیار کردیا ہے جن کو صرف دینی شخصیتیں سمجھا جاتا ہے اور جن کو کبھی اس نظر سے دیکھنے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی، استاد عبدالرحمٰن رأفت الباشا بھی قابل ذکر ہیں، جنھوں نے "الشعر الاسلامی" "النثر الاسلامی" اور "ادب الدعوۃ" کے موضوع پر بالواسطہ اور بلاواسطہ (اپنے قلم سے یا تحقیقی کام کرنے والے فضلاء کے ذریعہ جو ان کی زیر نگرانی کام کر رہے تھے) ایک مستقل کتب خانہ تیار کردیا ہے، جو بڑی ادبی قدر وقیمت کا حامل ہے، نیز جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ، جامعۃ الملک عبدالعزیز (جدہ ومکہ) جامعۃ الامام محمد بن سعود، جامعۃ العین (امارات عربیہ) جامعۃ قطر، جامعۃ عمان (شرق اردن) کے عربی شعبوں کے سربراہ شریک تھے، مصر کا ایک ممتاز وفد جس کی قیادت مصر کے وزیر اوقاف ڈاکٹر زکریا بری، نائب وزیر اوقاف ڈاکٹر عبداللہ عبدالشکور کامل کر رہے تھے ان کے علاوہ شارقہ، دہلی کے فضلاء وادباء شامل تھے، جامعۃ الملک عبدالعزیز کی طرف سے شام کے مشہور فاضل اور کثیر التصانیف عالم استاد عبدالرحمٰن حسن حبنکہ شریک تھے، جو ادیب وشاعر، نقاد اور بلند پایہ عالم دین ہیں، سلطنت عمان کے مفتی احمد بن حمد الخلیلی بھی تشریف لائے تھے، جو عمان کے بڑے ادیب وشاعر ہیں۔

دوسری طرف تقریباً تمام ہندوستان کی نامور جامعات (یونیورسٹیز) اور اسلامی درسگاہوں کے اساتذہ شریک ہوئے، اردو، انگریزی، فارسی کے مقالات کی علیحدہ تنظیم تھی اور عربی کا علیحدہ سیمینار ہوا، اور دونوں بیک وقت دو مختلف ہالوں میں پوری سنجیدگی، علمی فضا اور شغف وانہماک کے ساتھ انجام پاتے رہے، عربی مذاکرہ کے ہال میں جائیے تو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ آپ لکھنؤ میں نہیں بلکہ قاہرہ، دمشق یا حجاز کے کسی عظیم الشان علمی وادبی اجتماع، یا کسی نامور خطیب وادیب کے لکچر میں ہیں، بلکہ صحیح تر الفاظ میں عربی زبان وادب کا عہد ارتقاء واپس آگیا ہے، جب اس کا طوطی بولتا تھا، افتتاحی تقاریر میں عربی امام محمد بن سعود یونیورسٹی ریاض کے ڈین ڈاکٹر فتحی عثمان کی نہایت مؤثر اور طاقتور تقریر تھی جس کو حاضرین نے بہت تأثر وذوق سے سُنا۔

ندوہ کی خدمات اور اس کی اس فکر کو تمام علمائے ادب نے سراہا کہ ادبیات میں اسلامی تصور اور اخلاقی قدروں کے کافی خزانے موجود ہیں، ان کو منظر عام پر آنا چاہیے، مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے اپنے خطبۂ استقبالیہ میں بتایا کہ صرف قرآن کریم کا یہ احسان ہے کہ عربی زبان زندہ ہے، اور اپنے مرکز سے ہزاروں میل کی دوری پر آج اس کے ادب پر مباحثہ ہو رہا ہے، مولانا نے تفصیل سے بتایا کہ اس ملک اور اس برصغیر میں عربی زبان وادب، تاریخ وسیر، حدیث وتفسیر پر کیا کام ہوئے ہیں، جن کی مثال دوسرے کسی غیر عرب ملک میں مشکل سے ملے گی، نیز یہ کہ یہاں کے علمائے ملک نے زبان وادب کی ترقی اور سرگرمی میں قائدانہ و رہبرانہ حصہ لیا ہے (جس کی نظیر دوسرے ملکوں میں ملنی مشکل ہے) اور وہ یہاں کی علمی وادبی زندگی میں اس طرح گھل مل گئے ہیں کہ زبان وادب کا کوئی مؤرخ ان کا ذکر کئے، اور ان کی خدمات کا اعتراف کئے بغیر آگے نہیں بڑھ سکتا، مولانا نے اس پہلو کو بھی واضح کیا کہ ندوۃ العلماء کے بانیوں اور اس کے نامور فضلاء نے عربی ادب اور دین کو ہم آہنگ بنانے اور ایسا نصاب تعلیم مرتب کرنے کی سب سے پہلے دعوت دی، جس میں دین وادب پہلو بہ پہلو، اور ایک دوسرے کے معاون نظر آئیں۔

ندوہ کا یہ سیمینار اپنے حسن تنظیم، سنجیدہ علمی مقالات، اور عرب ادباء کی دلچسپی وسرگرمی کے لحاظ سے بے مثال سمجھا جارہا ہے، عرب وفود نے پوری وسعت قلبی سے اس کا اعتراف، اور نظم ونثر دونوں میں ندوہ کے فضلاء وادباء کو خراج عقیدت پیش کیا، جنھوں نے عربی نثر ومقالہ نگاری کا ایک ایسا اسلوب پیش کیا ہے جو عربی زبان وادب کی حلاوت وفصاحت اور دعوت کی روح وطاقت دونوں کا بیک وقت مظہر اور نمونہ ہے۔

اس مذاکرہ میں عربی کے ۴۸ مقالات پڑھے گئے، دس قصیدے سنائے گئے، اردو سیکشن میں ۲۲ مقالات پیش ہوئے، جن میں پانچ انگریزی، ایک فارسی اور بقیہ اردو کے تھے،

مذاکرہ علمی کا اختتام ایک سفارش پر ہوا، جس میں ادبیات کے اندر اسلامی تصورات کی تلاش اور مزید ادبی کاموں میں اخلاقی ومذہبی عناصر کو اجاگر کرنے کی تدابیر شامل ہیں، نیز یہ کہ ایک مستقل سکریٹریٹ قائم کیا جائے، جس کا صدر مقام دار العلوم ندوۃ العلماء ہو، یہ سفارشات ایک کمیٹی نے مرتب کیں جو عرب اساتذۂ ادب پر مشتمل تھی، ندوۃ العلماء کی طرف سے اس کے رکن مولانا واضح رشید ندوی تھے، کمیٹی کے ایک معزز رکن ڈاکٹر فتحی عثمان نے سفارشات مرتب کرنے کا بنیادی رول انجام دیا، اور انھوں نے ہی سفارشات سیمینار کے جلسۂ عام میں پڑھ کر سنائیں اور منظور کرائیں،

شیخ محمد المجذوب (جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ) نے اجلاس کے آغاز میں تجویز پیش کی کہ صدر، میزبان ادارہ کے سربراہ کو ہونا چاہیے، جیسا کہ عام بڑی مؤتمروں اور کانفرنسوں میں ہوتا ہے، اس سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ مہمانوں میں سے کسی کو صدر بنایا جائے تو دوسرے مہمانوں کو یہ محسوس ہوتا ہے کہ ان کو کم درجہ دیا گیا، عربی کے اس سیمینار کے مولانا سید ابوالحسن علی ندوی بالاتفاق صدر منتخب ہوئے، جلسوں کو کنڈکٹ کرنے کی خدمت علامہ ادیب استاد رأفت باشا نے انجام دی جو جامعہ امام محمد بن سعود میں

(بقیہ صفحہ ۱۰ پر)

دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

# الندوۃ العالمیۃ للأدب الأسلامی

۱۱، ۱۲، ۱۳ جمادی الثانیۃ ۱۴۰۱ھ — ۱۷، ۱۸، ۱۹ أبریل ۱۹۸۱م

## مذاکرۂ ادبیات اسلامی میں پیش کئے گئے مقالات

### عربی کے مقالات

| | |
|---|---|
| ۱۔ الادب الاسلامی وعناصرہ الممیزہ | لفضیلۃ الشیخ عبد اللہ الانصاری |
| ۲۔ نحو ادب اسلامی معاصر | للدکتور عبد الرحمن رأفت باشا |
| ۳۔ الشخصیۃ الاخلاقیۃ للادب العربی | للدکتور احمد فرج عید عقیلان |
| ۴۔ دور ندوۃ العلماء فی الادب الاسلامی | للاستاذ شمس تبریز خان |
| ۵۔ دور المؤرخین فی الادب الاسلامی | للاستاذ محمد یونس نگرامی الندوی |
| ۶۔ الادب کما یریدہ الاسلام | لفضیلۃ الشیخ محمد مصطفیٰ المجذوب |
| ۷۔ ملاحظات حول تعریف الادب الاسلامی | للدکتور عبد الباسط بدر |
| ۸۔ الخصائص الایمانیۃ للادب الاسلامی | للاستاذ عدنان النحوی |
| ۹۔ الصحافۃ الاسلامیۃ فی القرن العشرین ودورہا فی الادب الاسلامی | للاستاذ حمزہ حسنی الندوی |
| ۱۰۔ اختیار النصوص الادبیۃ من وجہۃ النظر الاسلامیۃ | للاستاذ عبد الحمید غراب |
| ۱۱۔ اختیار 〃 〃 〃 | للشیخ محمد سلطان ذوق الچاٹگامی |
| ۱۲۔ المجامع الاسلامیۃ ومراکز الادب الاسلامی فی کیرالا | للشیخ محمد فیضی |
| ۱۳۔ ادب المواعظ والخطب فی العہد الاموی | للدکتور عبد الحلیم الندوی |
| ۱۴۔ شعر الجہاد فی مقاومۃ الغزو المغولی | للاستاذ مامون فریز جرار |
| ۱۵۔ روائع من ادب التراجم والطبقات | للاستاذ عبد اللہ الحسنی الندوی |
| ۱۶۔ الحرکات البداءۃ فی النقد العربی الحدیث | للدکتور احتشام احمد الندوی |
| ۱۷۔ مبادی فی الادب والدعوۃ | للشیخ عبد الرحمن حسن حبنکہ المیدانی |
| ۱۸۔ منہج التربیۃ الاسلامیۃ فی ضوء الکتاب والسنۃ | للشیخ عبد اللہ العلی المحمود وقدمہا نیابۃ عنہ الشیخ علی بن صالح الجوہنی |
| ۱۹۔ الحاجۃ الی تدوین جدید لتاریخ الأدب العربی | للدکتور حسین عطوان |
| ۲۰۔ تحدیات التغریب التی تواجہ الأدب العربی المعاصر | للاستاذ انور الجندی |
| ۲۱۔ کلمات وکتابات الامام ابن الجوزی من روائع ادب المواعظ | للدکتور غریب جمعہ |
| ۲۲۔ ادب الصحوۃ الاسلامیۃ | للاستاذ واضح رشید الندوی |
| ۲۳۔ القرآن الکریم واللغۃ العربیۃ | للدکتور جمیل سعید |
| ۲۴۔ موقف الاسلام من الشعر | للدکتور عبد اللہ علی الحامد |
| ۲۵۔ من اسالیب التربیۃ النبویۃ | للدکتور علی جمار |
| ۲۶۔ الأدب الاسلامی فی التراث التاریخی والجغرافی | للدکتور محمد تقی عثمان |
| ۲۷۔ بیّنات الشعر الاسلامی فی زمن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم | للدکتور یحییٰ الجبوری |
| ۲۸۔ أدب الدعوۃ الاسلامیۃ | للاستاذ بدر الحسن قاسمی |
| ۲۹۔ دراسۃ الکتب الدینیۃ فی ضوء الادب | للاستاذ محمد ہاشم القاسمی |
| ۳۰۔ تاثیر الاسلام علی اللغۃ الاردیۃ | للدکتور محمد حسان خان |
| ۳۱۔ اللغۃ العربیۃ فی موکب الاسلام | للاستاذ ثابت ادریس الخطیب |
| ۳۲۔ مفہومات اولیۃ عن الادب الاسلامی | للدکتور عباس محجوب محمود |
| ۳۳۔ تاثیر الاسلام علی اللغات الشرقیۃ | للدکتور فواد فخر الدین |
| ۳۴۔ شعر الصحابۃ مدی العنایۃ بہ | للشیخ عبد العزیز الرفاعی |
| ۳۵۔ اللغۃ العربیۃ واثرہا علی اللغۃ الکجراتیۃ | للاستاذ محمد عبد اللہ السورتی |
| ۳۶۔ المکانۃ الادبیۃ لکتابات ومؤلفات الامام الدہلوی | للاستاذ سعید الاعظمی الندوی |
| ۳۷۔ ادب التنکیت الاسلامی فی اللغۃ الاردیۃ | للسید صدر الحسن الندوی |
| ۳۸۔ الأدب العربی والحدیث النبوی | للسید محمد ظفر الہاشمی الندوی |
| ۳۹۔ نظرۃ اجمالیۃ علی تاریخ النقد العربی من وجہۃ النظر الاسلامیۃ | للدکتور السید ابراہیم الندوی |
| ۴۰۔ مؤثرات اجنبیۃ فی جوانب من منہج تربیۃ الناشئۃ من الأدباء | للدکتور محمد مرسی سعد الحارثی |
| ۴۱۔ کعب بن زہیر نسبہ وشعرہ | للشیخ ابو المحفوظ کریم المعصومی |
| ۴۲۔ الأدب الاسلامی ربیع للأدب العربی | للشیخ محمد سعید المجددی |
| ۴۳۔ وسائل نشر اللغۃ العربیۃ فی البلاد الاسلامیۃ | للدکتور زکریا البری وزیر الاوقاف المصری |
| ۴۴۔ الاقلیات الاسلامیۃ ودور اللغۃ فی ربطہا بالعالم الاسلامی | للدکتور عبد اللہ عبد الشکور کامل |
| ۴۵۔ فی وحدۃ التراث الاسلامی وخصائصہ | للدکتور محمد صالح جمال بدوی |
| ۴۶۔ الأدب الاسلامی والحیاۃ | للشیخ محمد الرابع الحسنی الندوی |



### عربی قصائد

| | |
|---|---|
| ۱۔ الشیخ عبد العزیز احمد الرفاعی | ۲۔ الدکتور زاہر عواض الألمعی |
| ۳۔ الشیخ احمد فرج العقیلان | ۴۔ الشیخ محمد مصطفیٰ المجذوب |
| ۵۔ الشیخ احمد محمد صدیق | ۶۔ الشیخ عبد اللہ ابراہیم الأنصاری |
| ۷۔ الشیخ محمد ناظم الندوی | ۸۔ الاستاذ عبد اللہ علی الحامد |
| ۹۔ الاستاذ عدنان النحوی | ۱۰۔ الاستاذ مامون فریز جرار |

سیمینار آفس کو بہت سے غیر موجود مندوبین کے قصیدے بھی ملے جن میں سب سے اہم الجزائری شاعر محمد الأخضر السائحی کا ہے۔

### اردو، انگریزی وفارسی کے مقالات

| | |
|---|---|
| ۱۔ Sami Siddiqui | Al-Quran: A Natural Phenomena. |
| ۲۔ جناب ضیاء الدین اصلاحی | قرآن مجید کے بعض اسالیب |
| ۳۔ محی الدین احمد صاحب | قرآن اور ادب |
| ۴۔ ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقی ندوی | حضرت ولید بن عقبہ اموی کی شاعری: اپنے تاریخی مناظر میں |
| ۵۔ جناب اطہر حسین صاحب | اسلامی تہذیب و تمدن |
| ۶۔ ڈاکٹر محمد راشد ندوی | ابن جوزی کی تحریروں کی ادبی حیثیت |
| ۷۔ مولانا ظفیر الدین مفتاحی | اسلامی نصاب تعلیم میں ادب کی حیثیت |
| ۸۔ جناب ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی | اسلامی صحافت اور جدید دور کے تقاضے |
| ۹۔ مولوی سید حمزہ حسنی ندوی | بیسویں صدی میں اسلامی صحافت اور اس کا کردار |
| ۱۰۔ جناب ظفر احمد صدیقی ندوی | اردو پر اسلامی اثرات |
| ۱۱۔ ڈاکٹر مسعود الرحمن خاں ندوی | بیسویں صدی کے نصف اول میں خود نوشت عربی سوانح عمریاں |
| ۱۲۔ ڈاکٹر اعجاز احمد ندوی | ہندوستان اور عربی نعت گوئی |
| ۱۳۔ پروفیسر عطا کریم برق | نفوذ اسلامی در زبان و فرہنگ بنگال |
| ۱۴۔ جناب مولانا شمس تبریز خاں صاحب | دبستان ندوۃ العلماء کے ادبی تصورات |
| ۱۵۔ ڈاکٹر وارث کرمانی صاحب | Islamic Background of India Persian Poetry. |
| ۱۶۔ ڈاکٹر قاری رضوان اللہ | عربی نعت گوئی اور شیخ بوصیری |
| ۱۷۔ ڈاکٹر ماجد علی خاں | Medical Terminology in Classical Arabic and its Influence upon Latin |
| ۱۸۔ عبد الرقیب عطاء اللہ السلفی | اسلام کا معاشرتی نظام |
| ۱۹۔ مولانا محمد سالم قاسمی صاحب | اسلامی نظام تعلیم میں ادب کی اہمیت |
| ۲۰۔ ڈاکٹر محمد اقبال انصاری | شاعر نبیؐ، حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ |
| ۲۱۔ قاضی عبد الحمید (اندور) | Islam and the orientalists. |
| ۲۲۔ قاضی فاروق حسن صاحب | Muhammad in the light of Quran |
| ۲۳۔ ڈاکٹر فضل الرحمن ندوی | اسلامی ادب کا "موضوع بیان". |
| ۲۴۔ پروفیسر ضیاء الحسن فاروقی | اقبال کی فلک مشتری پر |

## ندوہ کے طلبائے قدیم کی ایک مجلس

بین الاقوامی سیمینار کے موقع پر مولوی محمد شبیر صاحب ندوی (جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی) کی تحریک پر طلباء قدیم ندوہ کی انجمن کا ایک جلسہ منعقد ہوا، جو کہ ندوی فضلاء ایک خاصی تعداد میں موجود تھے اس لئے باہمی تعارف اور تبادلۂ خیالات کا موقع مل گیا۔

جناب نجم الدین صاحب ثکیب نے جو تھولینڈی میں اس مدرسہ کی ذمہ داریاں سنبھالے ہوئے ہیں جس کو مولانا عبد السلام قدوائی ندوی علیہ الرحمۃ نے قائم کیا تھا، اس مدرسہ کا تعارف کرایا اور ندویوں کو متوجہ کیا کہ اس مدرسہ کی خدمت کریں اور اس طرح دوسرے مدارس قائم کریں۔

حضرت الاستاذ محمد ناظم صاحب ندوی جو ۳۱ سال کے بعد ندوہ تشریف لائے تھے اس جلسہ کے صدر منتخب ہوئے، حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی مدظلہ نے مولانا کا تعارف کرایا، اور عربی ادب میں اس وقت پورے عالم اسلام میں جو ان کا مقام ہے اس سے آگاہ کیا۔

مولانا محمد ناظم صاحب ندوی نے اپنی تقریر میں مادر درسگاہ سے اپنے قلبی تعلق کا ذکر کیا اور ندوہ کے موجودہ معیار اور وسعت و نیک نامی پر مسرت کا اظہار کیا۔

حسب ذیل تجویزیں بھی اس جلسہ میں پاس کی گئیں:۔

۱۔ طلبائے قدیم جہاں جہاں بھی موجود ہیں وہ اپنے علاقہ میں اپنی تنظیم قائم کریں، اور آپس میں ربط رکھیں اور اپنے اخلاق و کردار سے اعلیٰ اسلامی سوسائٹی کا نمونہ پیش کریں، دین کی خدمت کو اپنا شعار بنائیں، اور یہ نہ بھولیں کہ ان کی تعلیم کا اصل مقصد دین حق کی نشر و اشاعت ہے۔

۲۔ دار العلوم اور یہاں سے شائع ہونے والے پرچوں سے تعلق رکھیں اور اپنی خدمات کا مختصر بیان بھیجتے رہیں۔

نگرانِ اعلیٰ
مولانا ابو العرفان ندوی

مجلس ادارت
نذر الحفیظ ندوی
شمس الحق ندوی
محمود الازہار ندوی

پرنٹر، پبلشر جمیل احمد ندوی نے جے۔ کے آفسیٹ پرنٹنگ پریس دہلی میں طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات، شعبۂ تعمیر و ترقی دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا۔

## سید شاہد علی صاحب
# انتقال فرما گئے
### انا للہ وانا الیہ راجعون

سید شاہد علی صاحب، استاذ شعبہ انگریزی نے بیس برس دار العلوم ندوۃ العلماء کی خدمت، توجہ اور چستی کے ساتھ انجام دینے کے بعد ۲۶ر اپریل ۸۰ء کو ایک مختصر علالت کے بعد انتقال کیا۔ شاہد علی صاحب کو دماغی فالج کا اثر ایک روز قبل ہوا تھا، ان کو فوراً بلرام پور اسپتال لے جایا گیا، وہاں علاج کی کوششیں کی گئیں لیکن وقت آچکا تھا، صبح ہوتے اسپتال ہی میں انتقال کیا۔ اسی روز دوپہر کے وقت ندوۃ العلماء میں نماز جنازہ ہوئی اور قریب کے محلہ ڈالی گنج کے قبرستان میں تدفین عمل میں آئی، اساتذہ وطلباء کی بڑی تعداد نے ان کے جنازہ کی مشایعت کی۔

سید شاہد علی صاحب ندوۃ العلماء میں آنے سے قبل تعلقہ دار کالون کالج سے ریٹائرڈ ہوئے تھے وہاں وہ تاریخ کے لکچرر تھے بعد میں وہ وائس پرنسپل ہوگئے اور اسی عہدہ سے سبکدوش ہوئے۔ کالون کالج میں اودھ کے تعلقہ داروں کے لڑکے زیادہ تر تعلیم حاصل کرتے تھے کالج کا تدریسی عملہ بھی اچھا منتخب عملہ تھا۔ جس میں متعدد انگریز بھی تھے۔ سید صاحب اسٹاف میں ہونے کی وجہ سے ان سب کے رفیق تدریس تھے، ان میں ہوتے ہوئے انھوں نے اپنی اہمیت اور وقار کو قائم رکھا اور اچھی شہرت کے ساتھ وہاں کے فرائض انجام دیئے۔ اودھ کی متعدد ممتاز شخصیتیں ان کی شاگرد ہوئیں۔ کبھی برسبیل تذکرہ خاص طور پر راجہ دنیش سنگھ سابق وزیر خارجہ حکومت ہند کا نام لیتے تھے۔

سید صاحب کا کالون کالج کی زندگی میں جو تعلیمی تجربہ تھا ریٹائرڈ ہونے کے بعد اس سے ندوۃ العلماء نے فائدہ اٹھایا، ندوۃ العلماء سے تدریسی تعلق قائم ہونے کے بعد سید صاحب نے اپنے سابقہ تجربہ اور صلاحیت کو دار العلوم ندوۃ العلماء میں صرف کیا۔ دار العلوم ندوۃ العلماء کے طلباء نے عام طور پر زبان انگریزی نیز سیاسیات ومعاشیات، جنرل سائنس کے مضامین میں ان سے فائدہ اٹھایا۔ شاہد علی صاحب کو پڑھانے سے خصوصی شغف تھا، بہت شوق وذوق اور توجہ کے ساتھ درس دیتے تھے، اور طلباء کو متوجہ رکھنے کی پوری کوشش کرتے تھے، ان کو مشغول رہنے اور کام کرنے کا خاص شوق تھا، خالی رہنا پسند نہیں کرتے تھے، چنانچہ تعلیم سے بچنے والے دیگر تعلیمی اوقات میں وہ ندوۃ العلماء کا دیگر علمی کام جو خاص طور پر انگریزی سے تعلق رکھتا ہو سب خوشی سے قبول کرتے اور انجام دیتے تھے، انگریزی میں خطوط کے جوابات کی تیاری اور بعض دیگر انگریزی کاموں میں ان سے بڑی مدد ملتی تھی، اور اس سلسلہ میں کبھی انھوں نے تھکنے کا اظہار نہیں کیا اور اس طرح کے کاموں کو بھی ہمیشہ بہت اچھے طریقہ سے انجام دیا۔

تقریباً دو سال سے علالت اور کمزوری کے باعث ان کی تدریسی مشغولیت کم ہوگئی تھی لیکن عمومی علمی مشغولیت جاری رہی، وہ اپنی قابلیت سے دفتر دار العلوم کو خاصا فائدہ پہونچاتے رہے۔

سید شاہد علی صاحب اچھی طبیعت کے ملنسار، محبت کرنے والے اور اچھے جذبہ کے مسلمان تھے، وہ فطرت مند اور پختہ خیالات کے شخص تھے، تاریخ کا اچھا مطالعہ تھا اور اسی سے انھوں نے اپنی مسلمان شخصیت کے لئے غذا اور قوت حاصل کی تھی۔

ندوۃ العلماء کے اسلامی ماحول سے انھوں نے ہم آہنگی قائم رکھی تھی جو کہ ان کالج سے تعلق کے زمانہ کے ماحول سے بہر حال مختلف تھی، وہ اپنے کو ندوۃ العلماء کے مدرسین واسٹاف میں ہی کا ایک فرد سمجھتے تھے اور ندوۃ العلماء کے معاملات سے اسی اخلاص وتعلق کے ساتھ وابستگی رکھتے تھے جیسا کہ دوسرے افراد رکھتے تھے۔ ان کا انتقال ایک بڑا خسارہ ہے جو عرصہ تک محسوس کیا جائیگا، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، ان کو اپنے جوارِ رحمت میں بلند جگہ عطا فرمائے۔ آمین

# مومن کی زندگی

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پیشہ تجارت تھا۔ جب خلیفہ بنالیے گئے تو مدینہ طیبہ میں لوگوں کو جمع کرکے ارشاد فرمایا کہ میں تجارت کرتا تھا تم لوگوں نے مجھے اس خدمت میں مشغول کردیا ہے۔ اب گذارہ کی صورت کیا ہو؟

لوگوں نے وظیفے کی مقدار کے بارے میں مختلف آرا دیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ چپ بیٹھے رہے۔ حضرت عمرؓ نے ان کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ اے علیؓ! تمہاری رائے کیا ہے؟

حضرت علیؓ نے فرمایا جس میں آپ کے اہل وعیال اور آپ کا گذارہ بخوبی ہوسکے۔

حضرت عمرؓ نے یہ رائے پسند فرمائی۔

اس کے بعد ایک مرتبہ ایک مجلس جس میں حضرت علیؓ بھی موجود تھے اور حضرت عثمانؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ بھی شریک تھے۔ بات چل پڑی کہ خلیفۂ ثانی کے وظیفے میں اضافہ ہونا چاہئے۔ کیونکہ ان کی گذر تنگی میں ہوتی ہے مگر ان میں سے کسی کو ہمت نہ ہوئی کہ حضرت عمرؓ کے سامنے یہ تجویز پیش کرے۔ اس لئے آپ کی صاحبزادی ام المومنین حضرت حفصہؓ کی خدمت میں یہ حضرات تشریف لے گئے اور ان کے ذریعے حضرت عمرؓ کی اجازت اور رائے معلوم کرنے کی کوشش کی۔

جب حضرت حفصہؓ نے حضرت عمرؓ سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ کا چہرہ غصے سے سرخ ہوگیا۔

حضرت عمرؓ نے اس تجویز کے پیش کرنے والوں کے نام دریافت کئے۔ حضرت حفصہؓ نے عرض کیا پہلے آپ کی رائے معلوم ہوجائے۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ اگر مجھے ان کے نام معلوم ہوجاتے تو میں ان کے چہرے بدل دیتا۔ تو ہی بتا کہ حضورؐ کا عمدہ سے عمدہ لباس تیرے گھر میں کیا تھا؟

حضرت حفصہؓ نے کہا۔ گیروے رنگ کے دو کپڑے جن کو حضورؐ جمعہ کے دن یا کسی وفد کی ملاقات کے لئے پہنتے تھے۔

پھر فرمایا۔ کونسا کھانا تیرے یہاں عمدہ سے عمدہ کھایا؟

عرض کیا۔ ہمارا کھانا جو کی روٹی تھی۔

فرمایا۔ کونسا بستر عمدہ ہوتا تھا جو تیرے یہاں بچھاتے تھے۔

عرض کیا۔ ایک موٹا سا کپڑا تھا گرمی میں اس کو چوہرا کرکے بچھاتے تھے اور سردی میں آدھا بچھاتے اور آدھا اوڑھ لیتے تھے۔

اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ حضورؐ نے ایک اندازہ مقرر فرمادیا اور آخرت پر کفایت فرمائی۔ میں بھی حضورؐ کا اتباع کروں گا۔ میری اور میرے دونا ساتھیوں (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ) کی مثال ان تین شخصوں کی ہے جو ایک راستے پر چلے۔ پہلا شخص ایک توشہ لے کر چلا اور مقصد کو پہنچ گیا۔ دوسرے نے بھی پہلے کا اتباع کیا۔ اور اسی طریقے پر چلا اور پہلے کے پاس پہنچ گیا۔ پھر تیسرے شخص نے چلنا شروع کیا۔ اگر وہ ان دونوں کے طریقے پر چلے گا تو ان کے ساتھ مل جائے گا۔ اگر ان کے طریقے کے خلاف چلے گا تو کبھی بھی ان کے ساتھ نہیں مل سکے گا۔



# اسلام میں شادی کا حکم وحکمت

اس خدا کی بے حد وحساب تعریف جس نے زن وشو کو پیدا کیا تاکہ ایک کو دوسرے سے راحت ملے لائق عبادت وہی ہے جو زمین وآسمان کا پیدا کرنے والا ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے ورسول ہیں۔ خدا کے سامنے پیشی کے دن آپ سفارش کریں گے۔ خدا کا درود وسلام ہو آپ پر اور آپ کی آل واصحاب پر۔

اسلام کے سارے قوانین میں سہولت وآسانی ہے نہ کہ پیچیدگی وتنگی۔ شادی بھی ہمیشہ سے چلی آرہی ہے یہ بھی ایک حکم کا نفاذ وادائیگی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے بندوں پر فرض کیا ہے۔ اب اگر مہر کی زیادتی یا کوئی اور چیز جو آسانی کے منافی ہو، نکاح وشادی میں حارج ہو تو یہ شادی کی اس آسانی وسہولت کے منافی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے اس قول سے بندوں کے لئے مہیا فرمائی ہے۔

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ۔ (سورہ حج ـ ۷۸)

(اور تمہارے لئے دین میں کوئی تنگی ودشکل نہیں بنائی)۔

معاملات میں اسی نقطۂ نظر سے دیکھنے کی بناء پر اسلام نے مہر کے اندر اعتدال ومیانہ روی کی دعوت دی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ان اعظم النکاح برکۃ ایسرہ مؤنۃ" (سب سے زیادہ بابرکت نکاح وہ ہے جس میں سب سے کم گرانباری ہو)۔

دوسری حدیث میں فرمایا "خیر الصداق ایسرہ" (سب سے بہتر وہ مہر ہے جو آسان ہو)۔

ہاں علماء نے یہ ضرور کہا ہے کہ مہر کی زیادتی کی کوئی تحدید نہیں ہے جتنی زیادہ بھی کردی جائے جائز ہوگی مگر برکت تو کم مہر ہی میں ہے۔ انسان برکت ہی کا متلاشی رہتا ہے، جس چیز میں برکت نہیں اس میں کوئی خیر نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے، عورتوں کا مہر بہت زیادہ نہ رکھا کرو، اگر مہر دنیا میں کوئی عزت کی بات ہوتی یا آخرت میں تقویٰ کی چیز ہوتی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم تم سے زیادہ اس کے مستحق تھے۔

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک غریب نوجوان آیا اور کہنے لگا کہ میں نے ایک سو ساٹھ درہم مہر پر شادی کی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو زیادہ محسوس کیا اور اس سے فرمایا "ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم لوگ اس پہاڑ سے چاندی کاٹتے ہو"۔ نکاح میں یسر کی جو تعلیم دی گئی ہے اس کی ایک مثال حضرت ابونعیم کی وہ روایت ہے جس میں انہوں نے فرمایا کہ "حضرت ابوطلحہؓ نے اسلام لانے سے قبل ام سلیم کو شادی کا پیغام دیا تو انھوں نے جواب میں فرمایا کہ میں آپ سے شادی کرنا پسند کرتی ہوں آپ جیسے شخص کے پیغام کو رد نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن آپ کافر ہیں اور میں ایک مسلمان عورت ہوں آپ سے شادی کرنا میرے لئے درست نہیں۔

ابوطلحہ نے ام سلیم کی بات سن کر فرمایا، رمیصاء، تم کس دھوکے میں ہو؟ انھوں نے جواب میں کہا، کسی دھوکے میں نہیں ہوں۔ ابوطلحہ نے فرمایا، تم سونا چاندی چھوڑ کر کس چکر میں ہو؟ اس پر ام سلیم نے کہا، میں سونا، چاندی کی بھوکی نہیں۔ آپ ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ سنتی ہیں نہ دیکھتی ہیں اور نہ ہی آپ کو کوئی فائدہ پہونچاتی ہیں، آپ کو اس سے شرم نہیں آتی کہ آپ زمین کی ایک لکڑی کی عبادت کرتے ہیں جس کو فلاں قبیلہ کے حبشی نے تراش کر بنایا ہے۔ اگر آپ اسلام لے آئیں تو اسلام کے سوا کوئی مہر نہ طلب کروں گی۔

ابوطلحہؓ نے یہ سن کر پوچھا کہ میں کس کے ہاتھ پر اسلام لاؤں؟ ام سلیم نے کہا، یہ نبی ہیں، آپ ان کے پاس چلے جائیں۔ ابوطلحہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے آپ صحابہؓ کے درمیان اس طرح بیٹھے تھے جیسے ہالہ کے بیچ میں چاند ہوتا ہے۔ حضورؐ نے جب ابوطلحہ کو آتے دیکھا تو فرمایا تمہارے پاس ابوطلحہ آرہے ہیں، ان کی پیشانی پر اسلام کا نور ہے۔ ابوطلحہؓ خدمت اقدس میں حاضر ہوکر اسلام لائے اور رمیصاء نے جو بات کہی تھی اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رمیصاء کی شرط پر ابوطلحہ سے ان کا نکاح فرمادیا۔

نکاح کے اس واقعہ میں کتنی معنی خیز مثال موجود ہے۔ یہ واقعہ ایک نیک دل اور سچی مسلمان عورت کی صفت بہت وضاحت کے ساتھ پیش کرتا ہے۔ انھوں نے مال وغیرہ کی کوئی پروا نہ کی بلکہ جوانمردی عقل کی پختگی اور دینی جمال کو ملحوظ رکھا۔

مہر عورت کا حق ہے، وہ مہر کی ایسی مالک ہے جیسے کسی اور مال کی مالک ہوتی ہے، باپ، ولی یا کوئی اور عزیز اس مہر کا مالک نہیں ہوسکتا، اِلّا یہ کہ وہ خود سے دیدے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً فَإِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ نَفْسًا فَكُلُوهُ هَنِيئًا مَرِيئًا"

(اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دے دیا کرو ہاں اگر وہ اپنی خوشی سے اس میں سے کچھ تم کو چھوڑ دیں تو اسے ذوق شوق سے کھالو)۔

سب سے بہتر سامان وہ ہے جس میں لوگ کم خرچ کا لحاظ رکھیں، اس میں زیب وزینت، غرور وگھمنڈ اور ٹیپ ٹاپ سے پرہیز کریں، جہاں تک شادی کی محفل کا تعلق ہے تو اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آدمی کی استطاعت کے بقدر کرنے کا اسوہ ونمونہ چھوڑا ہے، اور ولیمہ کرنا سنت ہے، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے فرمایا ولیمہ کرو چاہے ایک بکری ہی سے ہو۔

روایتوں میں آتا ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو پیغام دیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شادی کے لئے ولیمہ ضروری ہے اور ولیمہ کرنے والے کا یہ فرض ہے کہ ولیمہ میں امیر وغریب سب کو شریک کرے۔ فقیروں کو چھوڑ کر صرف امیروں ہی کو نہ مخصوص کرے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سب سے بُرا کھانا وہ ولیمہ ہے جس میں امیروں کو بلایا جائے اور غریبوں کو چھوڑ دیا جائے"۔ ولیمہ کے کھانے میں کوئی بلایا جائے تو اس میں شرکت بھی ضروری ہے۔ آپؐ نے فرمایا: "اگر تم میں سے کسی کو شادی کے ولیمہ میں بلایا جائے تو اس کو قبول کرے اور جائے، فرمایا جو ولیمہ میں نہ جائے اس نے خدا اور رسول کی نافرمانی کی۔ ہاں اگر یہ معلوم ہوجائے کہ ولیمہ کے کھانے میں ایسی چیزیں ہیں جو جائز نہیں جیسا کہ بے دین وبدخلق لوگ کرتے ہیں، مثلاً شراب کا ہونا یا طوائفوں کا ہونا تو اس ولیمہ میں جانا درست نہیں۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ شادی میں دف بجانا اور گانا گانا جائز ہے۔ ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شب زفاف میں گانے اور دف بجاکر اظہار خوشی کرنے کو پسند فرمایا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی کسی قریبی رشتہ کی لڑکی کی شادی میں شرکت کی جو کسی انصاریؓ سے ہوئی تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا، "عائشہ! تم لوگوں کے ساتھ کچھ گانا بجانا نہیں تھا! انصار اس کو پسند کرتے ہیں۔

یہ کھیل، تماشا، گانا اور دف بجانا تھا، اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "حلال وحرام یعنی شادی اور زنا میں فرق، شادی میں گانا اور دف بجانا ہے"۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ ناپسند فرماتے تھے کہ شادی کی مجلس خاموشی سے گذر جائے، اس کا اعلان نہ ہو۔ مسند احمد اور دیگر کتب میں مروی ہے کہ آپ چپکے سے نکاح کرنے کو ناپسند فرماتے اور فرماتے کہ دف بجایا جائے۔

اس پوری تفصیل سے واضح ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی میں دف بجانے اور اچھے اشعار پڑھنے کو جائز قرار دیا ہے، گھٹیا اور پست اشعار جس سے بُرائیاں پیدا ہوں، ان میں شراب کی ترغیب ہو اور جس کے سننے سے فسق وفجور کا داعیہ پیدا ہو ان کی اجازت نہیں۔ گانے میں اس کا فرق نہیں کہ گانے والا مرد ہو کہ عورت

(بقیہ صفحہ ۲ پر)